امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 61/71 | مورخہ ۲۳ر رجب المرجب ۱۴۴۲ھ مطابق ۸ر مارچ ۲۰۲۱ء روز سوموار | شمارہ نمبر 10

اس شمارہ میں

■ اللہ اور رسولؐ کی باتیں، دینی مسائل
■ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ
■ اردو شعروادب میں بہار کے ندوی علماء
■ حکایات اہل دل
■ صبروعزیمت؛ کامیابی کی ضمانت
■ دارالعلوم دیوبند اور اردو زبان
■ مغرب میں اردو افسانہ نگاری کا آغاز
■ مسلم بچوں کی بنیادی دینی تعلیم کا مسئلہ
■ مثالی معاشرہ میں قابل توجہ افراد
■ عالم اسلام، اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں
■ طب وصحت، ہفتۂ رفتہ

بین السطور

جھارکھنڈ اور امارت شرعیہ

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

جھارکھنڈ کو ملک کے اٹھائیسویں ریاست کی حیثیت سے ۱۵ر نومبر ۲۰۰۰ء کو منظوری ملی تھی، اور بہار دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا، جھارکھنڈ چوبیس اضلاع پر مشتمل ہے، یہاں کی کل آبادی ۳۲۹۸۸۱۳۴ر اور اس کا رقبہ ۷۹۷۱۴ر کلو میٹر ہے، یہاں مسلمانوں کی کل آبادی ۴۷۹۳۹۹۴ر اور ہندو نیز آدی باسی کی مجموعی آبادی ۲۲۳۷۶۰۵۱ر ہے، یہ اعداد وشمار ۲۰۱۱ء کے ہیں، یہاں کا آدی باسی سماج ۴۷ر مذہبی خانوں میں بٹا ہوا ہے، یہاں کی دفتری سرکاری زبان ہندی ہے اور عوام مختلف بولیوں کا استعمال کرتے ہیں، جن میں ایک کھوٹا بھی ہے، دو دہائی سے زیادہ مدت گذرنے کے بعد بھی اردو کو اس کا حق نہیں مل سکا ہے، کہنے کو ۲۰۰۷ء سے یہاں کی دوسری سرکاری زبان اردو ہے، حکومت نے اس سلسلہ کا جو نوٹیفکیشن جاری کیا اس کا نمبر ۶۸۰۷۔۴ ۲۰/۲۰۔۲۱ مورخہ ۱۶ر اکتوبر ۲۰۰۷ء ہے۔ یہاں اب تک نہ مدرسہ بورڈ قائم ہو سکا ہے اور نہ ہی اردو اکیڈمی وجود پذیر ہو سکی، وقف بورڈ بھی ایک سی او کے ذریعہ چلایا جا رہا ہے، غربت کی وجہ سے یہاں تعلیم کا تناسب مجموعی آبادی کے اعتبار سے کم ہے، حالاں کہ جھارکھنڈ کی راجدھانی رانچی میں عیسائی مشنریوں کے بہت سارے ادارے قائم ہیں، جو مسلم بچوں کو دین وایمان اور اسلامی اقدار سے دور کرنے میں مؤثر رول ادا کر رہے ہیں۔ جھارکھنڈ میں آٹھ یونیورسیٹیاں کام کر رہی ہیں اور ایک ٹکنالوجی انسٹی چیوٹ بھی ہے، یہاں کے آدی باسی اپنی تہذیب وثقافت کی بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں، انہیں خطرہ ہے کہ ہندو آبادی انہیں اپنے میں ضم نہ کر لے، جھارکھنڈ میں قابل کاشت آراضی صرف اڑتیس لاکھ ہیکٹر ہے اور جنگلات ۱۸۴۲۳ر کیلو میٹر اسکوائر میں پھیلے ہوئے ہیں، جس کی وجہ سے یہاں کے مناظر دلکش اور آب وہوا صحت کے لیے مفید ہے، جنگلات اور درختوں کی فراوانی کی وجہ سے یہاں فضائی آلودگی کم پائی جاتی ہے، جھارکھند کی اسمبلی میں براسی (۸۲)، راجیہ سبھا میں چھ (۶) اور پارلیامنٹ کی چودہ (۱۴) سیٹیں ہیں، جن میں مسلمانوں کی نمائندگی انتہائی کم ہے۔

جھارکھنڈ میں پہلا اسمبلی انتخاب ۲۰۰۵ء میں ہوا تھا اور صرف دو ارکان اسمبلی جیت کر آئے تھے، ۲۰۰۹ء میں یہ تعداد پانچ تک پہونچی، لیکن ۲۰۱۴ء میں دو ارکان نے جیت درج کرائی، ۲۰۲۰ء کے انتخاب میں چار مسلم ارکان اسمبلی پہونچ سکے، اور دو کو وزیر بننے کا موقع ملا، جن میں ایک سابق وزیر حسین انصاری صاحب مرحوم کے صاحب زادہ ہیں، جو ابھی کسی ایوان کے رکن نہیں ہیں، ۲۰۱۱ء کی مردم شماری کے مطابق جھارکھنڈ میں مسلم آبادی کا تناسب کم از کم پندرہ فی صد ہے، دیوگھر، گڈا، جام تاڑا، صاحب گنج، پاکوڑ، لوہردگا اور گریڈیہہ میں مسلمانوں کی کثیر آبادی ہے، صاحب گنج اور پاکوڑ میں مجموعی آبادی میں مسلمانوں کا تناسب تیس فی صد ہے، دیوگھر، گڈا، جام تاڑا، لوہردگا، گریڈیہہ اور رانچی میں مسلمانوں کی آبادی سرکاری اعداد وشمار کے اعتبار سے بیس فی صد ہے، اس کے باوجود جھارکھنڈ سے ایک ہی مسلم ممبر، پارلیامنٹ پہونچ پاتے ہیں، اس معاملہ میں فرقان انصاری ہمیشہ خوش قسمت ثابت ہوئے ہیں، اس بار ان کا ستارہ بھی گردش میں آگیا اور پارلیامنٹ میں مسلم نمائندگی صفر ہو گئی۔

معاشی اعتبار سے بھی مسلمان یہاں پسماندہ ہیں، مسلمانوں میں روزگار کی شرح یہاں صرف ۴۳ء۵ فی صد اور خواتین میں ۱۸ء۸ر فی صد ہے، اس کی وجہ سے مسلمانوں کی غربت کی شرح ۳۲ر فیصد ہے جب کہ عام شہریوں میں ۱۸ر فیصد ہے۔

امارت شرعیہ کے اکابر کی دور رس اور دور بیں نگاہوں نے جھارکھنڈ کے قیام؛ بلکہ اس کی تحریک سے پہلے ہی جھارکھنڈ کے علاقہ پر اپنی توجہ مرکوز رکھی، سارے ذیلی دفاتر انہیں علاقوں میں قائم کیے گئے، ۱۹۶۷ء کے فساد میں راحت رسانی اور آباد کاری کا مثالی کام امارت شرعیہ نے کیا، جھارکھنڈ بننے کے بعد دارالقضاء کے کاموں کو مختلف اضلاع میں وسعت دی گئی، وفود کے دورے کثرت سے ہونے لگے، جھارکھنڈ کے قیام کے بعد "جھارکھنڈ کانفرنس" ۱۳ر مئی ۲۰۰۱ کو مشن گراونڈ رانچی میں کر کے امارت شرعیہ کے اغراض ومقاصد عوام تک پہونچانے کا کام کیا گیا اور مکاتب وغیرہ کے قیام کے ذریعہ بنیادی دینی تعلیم کے کام کو فروغ بخشا گیا، معلمین کی تربیت کے لیے کئی کیمپ لگائے، اور وفاق المدارس کا بین المدارس اجتماع مدرسہ رشید العلوم چترا جھارکھند میں کرایا گیا، ۲۳ر جنوری ۲۰۱۱ء کو انجمن اسلامیہ ہال رانچی میں امیر شریعت سادس کی صدارت میں تعمیر انسانیت کانفرنس بھی منعقد ہوئی، جس میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم بھی تشریف فرما تھے، ۱۳ر مارچ ۲۰۱۶ء کو موجودہ امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی صدارت میں دین ودستور بچاؤ کے عنوان سے عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی جس میں راقم الحروف (محمد ثناء الہدیٰ قاسمی) کے ساتھ وانم مشرام وغیرہ نے بھی شرکت کی تھی، لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا، اس کانفرنس نے دین ودستور بچانے کے سلسلے میں حساسیت پیدا کی، اور اس کے انتہائی دور رس اثرات مرتب ہوئے، جب کبھی جھارکھنڈ میں کوئی زمینی یا آسمانی آفت آئی، امارت شرعیہ نے متاثرین میں راحت رسانی اور باز آبادکاری کا کام کیا، لاک ڈاون کی پریشانی تو ابھی کل کی بات ہے، امارت شرعیہ نے بڑے پیمانے پر غذائی اجناس کی فراہمی اور تکالیف دور کرنے کے لیے مسلسل منظم اور مربوط جدوجہد کی، علماء، ائمہ جو پریشان حال تھے، اس موقع سے ان کا بھی خیال رکھا گیا، رانچی مقامی دفتر کے ذمہ دار اور قاضی شریعت مفتی محمد انور قاسمی نے حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کی ہدایت اور قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی قاسمی کی نگرانی میں جو خدمات انجام دیں، اس کی وجہ سے بعض تنظیموں کے ذریعہ امارت شرعیہ کو توصیفی سند سے نوازا گیا، امارت شرعیہ نے مسلمانوں میں تعلیمی پس ماندگی دور کرنے کے لیے "تعلیمی ہب" سے مشہور رانچی کے ہندپیڑھی محلہ میں کثیر منزلہ عمارت کی تعمیر کرائی، تاکہ یہاں دینی اور دنیاوی تعلیم کا مضبوط اور مستحکم نظام قائم کیا جا سکے۔

جھارکھنڈ میں "عشرہ برائے ترغیب تعلیم وتحفظ اردو" یکم مارچ کو اختتام پذیر ہوا، امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے قضاۃ اور کارکنان کے ذریعہ پورا عشرہ جھارکھنڈ کے چوبیس اضلاع میں بنیادی دینی تعلیم، عصری تعلیم کے اداروں کے قیام اور داخلی وخارجی سطح پر اردو کے فروغ وتحفظ کے لیے مہم چلائی گئی، سبھی اضلاع میں کمیٹیاں بنائی گئیں اور کمیٹی کو ان تینوں امور پر عملی پیش رفت کا ہدف دیا گیا۔

اس موقع سے حضرات علماء کرام نے جو پیغامات لوگوں کو دیے وہ بھی بہت قیمتی ہیں، انہوں نے کہا کہ مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم نے ملت کی ترقی کے لیے جو سہ نکاتی فارمولہ دیا ہے وہ کافی اہم ہیں، اور ہندوستان میں ملت اسلامیہ اس وقت جن خطرات سے دوچار ہے اس کے دور کرنے کے لیے ماسٹر کی اور شاہ کلید کی (Master key) حیثیت رکھتی ہے، یاد رکھنے کی بات ہے کہ قرآن کریم کے نزول کے لیے سب سے پہلے جس جملے کا انتخاب اللہ رب العزت نے کیا وہ اقرء یعنی پڑھو ہے، تعلیم تمام برائیوں کو دور کرنے، ایمان پر جمنے اور اسلام پر ثابت قدم رکھنے کا الٰہی نسخہ ہے، تعلیم میں عصری علوم، جدید ٹکنالوجی وغیرہ سبھی کچھ شامل ہے، اس لیے ہمیں ایک طرف دینی علوم حاصل کرنا ہے اور عصری تعلیمی محاذ پر بھی کام کرنا ہے، ہمارا بہت سارا علمی سرمایہ، ہماری تہذیب وثقافت کا بڑا حصہ اردو زبان سے متعلق ہے، اس لیے ہمیں تحفظ اردو کے سلسلے میں بھی اپنی ذمہ داری نبھانی چاہیے، اپنے گھروں اور کاموں میں اردو کا استعمال کرنا چاہیے اور عوامی سطح پر اسے مقبول بنانے کی کوشش کرنی چاہیے، اس دس روزہ ترغیب تعلیم وتحفظ اردو مہم سے عوام کی دلچسپی دیدنی تھی اور ان کا شوق وذوق مستقبل میں ان منصوبوں کو زمین پر اتارنے کا مژدہ سنا رہا تھا، کارواں چل پڑا ہے اور عزم یہ ہے کہ اب منزل پر ہی جا کر دم لیں گے۔

اس عشرہ کے اختتام کے بعد ۱۳، ۱۴ر اور ۱۵ر مارچ کو جھارکھنڈ کی راجدھانی رانچی میں سہ روزہ پروگرام رکھا گیا ہے، جس کے پہلے دن جھارکھنڈ کے ملی مسائل پر علماء ائمہ ودانشوروں کے ساتھ خصوصی مشاورتی اجتماع ہوگا، دوسرے دن اس قسم کا اجتماع اردو کے تحفظ، عوامی استعمال، تدریس سے متعلق مسائل پر ہوگا جس میں پورے جھارکھنڈ کے اردو دوست حضرات شریک ہوں گے اور ان کی قیمتی آرا کی روشنی میں آئندہ کے لیے لائحہ عمل طے ہوگا، ۱۵ر مارچ کو امارت پبلک اسکول کی سنگ بنیاد ہوجر، ہلداما (اِربا) اوینا روڈ ضلع رانچی میں رکھی جائے گی اور اس موقع سے بھی ایک اجلاس عام ہوگا، یہ اسکول اسلامی ماحول میں بنیادی دینی تعلیم کے ساتھ عصری علوم کی اقامتی درسگاہ کے طور پر کام کرے گا اور اس تحریک کو آگے بڑھائے گا، جسے حضرت امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم نے اپنے دور امارت میں شروع کیا ہے، اس سلسلے کے دو اسکول جھارکھنڈ میں پہلے سے کام کر رہے ہیں، ایک بن کھنجو گریڈیہہ میں اور دوسرا پسکا نگری ضلع رانچی میں۔ خدمات اور بھی ہیں، لیکن نقیب کا دامن اس سے زیادہ کا متحمل نہیں۔

اچھی باتیں

"جب مان ٹوٹ جائے تو انسان خاموش ہو جاتا ہے، پھر نہ تو کوئی گلہ کرنے کو دل کرتا ہے، نہ کوئی شکوہ کرنے کو دل چاہتا ہے ☆ برداشت کی صلاحیت خوش نصیبوں کو ہی ملتی ہے، اخلاق کا حسن جس انسان میں آجائے وہ خالق اور مخلوق دونوں کا محبوب بن جاتا ہے ☆ کوئی کتنا بھی بولے اپنے آپ کو پُر سکون رکھیے، کیوں کہ دھوپ جتنی بھی تیز ہو سمندر کو خشک نہیں کر سکتی ☆ حرام کمائی گرچہ شکلیں نہیں بگاڑتی، لیکن نسلیں ضرور بگاڑ دیتی ہے۔" (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

"شہر کی سڑکوں پر موت بن کر دوڑتی سٹی بسوں کے لیے نہ تو رفتار کوئی معنی رکھتی ہے، نہ ہی ڈرائیوروں کے لیے ٹریفک کے ضابطے اور قانون، یہ سبھی ضوابط کی ان دیکھی کرتے ہوئے سڑکوں پر فراٹے بھرتے ہیں، لیکن ایسی گاڑیوں پر کوئی کارروائی نہیں ہوتی، ان بسوں میں زیادہ سے زیادہ سواری بٹھانے کی ہوڑ میں بیچ سڑک پر بس روک کر سواریاں بیٹھائی اور اتاری جاتی ہیں، ایسی بے ترتیب بسیں روزانہ جام اور سڑک حادثوں کا سبب بن رہی ہیں۔" (پربھات خبر ۲۴ر فروری ۲۰۲۱ء)

اللہ کی باتیں ــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

خواہشات نفس کو بے لگام نہ چھوڑیئے

اور ہم نے عاد اور ثمود کو بھی ہلاک کردیا، تم پر ان کا حال ان کے اجڑے ہوئے گھروں سے ظاہر ہو چکا ہے، شیطان نے ان کو ان سے برے اعمال کو خوشنما بنا کر دکھا دیا تھا اور ان کو سیدھے راستہ سے روک دیا تھا، حالانکہ وہ لوگ ہوشیار بھی تھے اور ہوش وگوش بھی رکھنے والے (سورہ عنکبوت: ۳۸)

وضاحت:۔ اللہ تعالیٰ نے پچھلی قوموں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے بہت سے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو بھیجا قوم عاد کی طرف ان کی برادری یا وطن کے بھائی حضرت ہود علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر مبعوث کیا، انہوں نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی، مگر ان کی قوم نے سرکشی کی، بات نہ مانی اور شیطان کے گمراہ کن مکروفریب میں مبتلا ہو گئے جس کے نتیجہ میں وہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہو گئے، ان پر پہلا عذاب تو یہ آیا کہ تین سال تک مسلسل بارش بند ہوگئی، جب وہ ہٹ دھرمی پر قائم رہے تو آٹھ دس راتوں تک ان پر شدید قسم کی آندھی کا غذات مسلط ہوا جس سے ان کے رہنے سہنے کے محلات وباغات ہواؤں میں اڑنے لگے، اس طرح یہ قوم پوری کی پوری ہلاک کردی گئی۔

قرآن مجید میں اس واقعہ کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ غافل انسان خواب غفلت سے بیدار ہو جائے اور اس واقعہ کو سامان عبرت تصور کرلے کہ اخروی نجات کا مدار اطاعت وبندگی میں ہے جنت میں وہی انسان جائے گا، جس کا دل نور ایمان سے منور ہوگا اس کی تمام خواہشات کتاب وسنت کے تابع ہو، کیونکہ دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ دنیا کی جتنی بھی قومیں تباہ وبربادی ہوئیں اس کا سب سے بڑا سبب خواہشات نفس کو بے لگام چھوڑ دینے کی وجہ سے ہوئیں، شیطان نے انہیں خوب بنا سنوار کر پیش کیا تا کہ انسان اس کی چمک دمک اور ظاہری دلفریبوں پر فریفتہ ہو جائے اور انسان بھی ان شیطانی ہتھکنڈوں سے مرعوب ہوکر ان امور کا مرتکب ہو جائے آخر قوم عاد وثمود کیونکر برباد ہوئیں، حالانکہ وہ ہر لحاظ سے بہتر تھیں، قوت وطاقت اور مال داری میں سب سے فائق تھیں، اس کے باوجود ہلاک ہوئیں، اس کا اصل سبب یہی تھا کہ وہ خواہشات نفس کی اتباع میں کام کرنے کا ارادہ کرتی تھیں، اس لئے مسلمانوں کو ہوشیار رہنا چاہئے بیدار رہنا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہشات میری لائی ہوئی تعلیمات کے مطابق نہ ہو جائیں، گویا خواہشات وشہوات کو مار کر ہی انسان سچا اور پکا مومن بن سکتا ہے، بغیر اس کے نہ تو ایمان میں کمال پیدا ہوگا اور نہ زندگی میں صالح انقلاب آسکتا ہے۔

خیانت اور جھوٹ بہت بری خصلت ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن میں تمام خصلتیں پائی جاسکتی ہیں، سوائے خیانت اور جھوٹ کے (یعنی خیانت اور جھوٹ جیسی بدترین خصلت مومن میں نہیں پائی جاسکتی) (رواہ احمد)

مطلب: جب کسی قوم یا فرد میں کسی طرح کی بری خصلتیں اور عادتیں عام ہو جاتی ہیں تو وہ قوم کی تباہی وبربادی کا سبب بن جاتی ہیں، اس لئے دنیا کے ہر مہذب معاشرہ میں بری عادتوں کو ناپسند سمجھا گیا اور اسلام جو ایک عالمگیر مذہب ہے، اس نے تو ان برائیوں کے قریب جانے سے بھی منع کیا، کیونکہ اس سے دینی اور دنیاوی ترقیوں کی راہیں مسدود ہو جاتی ہے اور اس سے اقبال مندی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، انہیں بنیادوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن میں تمام خصلتیں پائی جاسکتی ہیں، لیکن وہ خیانت اور دروغ گو نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ دونوں اخلاقی رذائل، ذلت ورسوائی کا سبب بنتے ہیں مثلاً کسی کے پاس کوئی چیز امانت رکھی تھی آپ نے اس میں بیجا تصرف کردیا، یا مانگنے پر واپس نہ کیا تو اس کے نتیجہ میں لڑائی و جھگڑے شروع ہوں گے، لوگوں میں آپ کا وقار واعتبار مجروح ہوگا، اسی طرح کسی کی پوشیدہ باتوں کو بلاوجہ دوسروں پر ظاہر کردیا، یا آپ کے ذمہ جو کام تھا اس کو ایمانداری سے انجام نہ دینا یہ خیانت وبددیانتی ہے، بہت سے لوگ دل میں کچھ رکھتے ہیں اور زبان سے کچھ کہتے ہیں، یہ بھی خیانت ہے، اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کاری اور سینوں میں چھپی ہوئی باتوں کو بھی جانتا ہے کہ بندہ کس طرح خیانت کا مرتکب ہو رہا ہے، خیانت کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ کسی جماعت میں شامل ہو کر خود اسی جماعت کو جڑ سے کمزور کرنے کی فکر میں لگے رہنا یہ تو بدترین قسم کی خیانت ہے کہ جماعت کے سربراہ نے آپ پر اعتبار کیا اور آپ ادارہ کو نقصان پہونچانے میں لگے ہوئے ہیں ایسے افراد کہیں بھی کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے، اس قسم کی گھٹیا حرکتوں سے ہر شخص کو گریز کرنا چاہئے۔

اسی طرح جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے کیونکہ اس کی وجہ سے انسان بیسیوں قسم کی دوسری برائیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے حتی کہ وعدہ خلافی وبے ایمانی تک پہونچ جاتا ہے، پھر انسان کا وقار وزن ہلکا ہو جاتا ہے، اس کی بات بے اعتبار ہونے لگتی ہے اور ہر شخص یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس کا سچ جھوٹ برابر ہے، اس کی وجہ سے اس کی ذلت ورسوائی ہونے لگتی ہے، بہت سے لوگ خوش گپی کے موقع پر محض لطف صحبت کے لئے جھوٹ بولتے ہیں، یا دوسروں کی باتوں کو بلاتحقیق کسی دوسرے سے کہتے پھرتے ہیں یہ بھی جھوٹ کی ایک قسم ہے، ایسا شخص بے اعتبار سمجھا جاتا ہے اور سوسائٹی میں اس کی بات کی کوئی قدر نہیں ہوتی، اس لئے ان تمام گھٹیا حرکتوں سے مسلمانوں کو بچنا چاہئے، ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے تین باتوں کا ذمہ لو تو میں تمہارے لئے جنت کا ذمہ لیتا ہوں، جب بولو تو سچ بولو اور جب وعدہ کرو تو پورا کرو اور جب امین بنو تو خیانت نہ کرو، اگر مسلم معاشرہ کا ہر فرد سنت وشریعت کو مشعل راہ بنالے اور اعلی اخلاقی اقدار کو فروغ دینے لگے تو ہر شخص امن وسکون کی زندگی بسر کرے گا اور ترقی وخوشحالی سے ہمکنار ہوگا۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

کونڈے کی شرعی حیثیت

رجب کی بائیسویں تاریخ کو کونڈے کا رسم انجام دیا جاتا ہے جس میں پوریاں بھری جاتی ہیں پھر ڈھک کر فاتحہ کیا جاتا ہے اس کے بعد کھایا اور کھلایا جاتا ہے، کونڈے کی اس رسم کی نسبت حضرت جعفر صادق علیہ الرحمہ کی جانب کی جاتی ہے اور یہ باور کرایا جاتا ہے کہ اس تاریخ میں حضرت جعفر صادق کی ولادت ہوئی اور انہوں نے اپنی تاریخ ولادت کے موقع پر خود اس کام کو انجام دیا اور فرمایا کہ جو بھی ۲۲/رجب کو کونڈا بھرے گا اس کی برکت سے روزی کی تنگی دور ہو جائے گی، شرعا کیا حکم ہے، اگر کوئی اس موقع پر دعوت دے تو شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــ وباللہ التوفیق

مذکورہ تاریخ میں کونڈے کا ثبوت کتاب وسنت صحابہ کرام، تابعین وتبع تابعین سے نہیں ہے، یہ شریعت کے خلاف بالکل بے اصل اور بدعت وخرافات پر مبنی عمل ہے، جس سے احتراز ہر صاحب ایمان کے لئے لازم وضروری ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دین میں پیدا کی جانے والی نئی نئی باتوں سے بچنا، کیونکہ ہر نئی بات درحقیقت بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے۔ ایاکم ومحدثات الامور، فان کل محدثة بدعة، و کل بدعة ضلالة (سنن ابی دائود: ۴۶۰۰ کتاب السنه باب فی لزوم السنة)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات پیدا کی جس کا اس دین سے کچھ بھی تعلق نہیں تو وہ مردود ہے، من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد (صحیح البخاری ۱/۱۷۳، کتاب الصلح)

اس رسم کو حضرت جعفر علیہ الرحمہ کی جانب منسوب کرنا غلط اور بے بنیاد ہے، اس لئے کہ ۲۲/رجب کو حضرت جعفر کی نہ ولادت ہے نہ وفات، ان کی پیدائش کی تاریخ ۸/رمضان المبارک ۸۰ھ یا ۸۳ھ ہے اور تاریخ وفات ۱۴۸ھ ہے، ۲۲/رجب کو سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی جس کی خوشی میں حضرت امیر معاویہ سے بغض وعداوت رکھنے والے رافضیوں نے خاموش طریقہ پر شیرینی وغیرہ تقسیم کرکے جشن منایا اور خوشی کا اظہار کیا اور جب اس پر گرفت ہوئی تو اس کو چھپانے کے لئے حضرت جعفر صادق کی جانب منسوب کرکے ان پر تہمت لگادیا کہ انہوں نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے (العیاذ باللہ) مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان امور سے بچیں اور ایسی دعوت میں شرکت سے پرہیز کریں، توفی معاویه بدمشق ودفن بها یوم الخمیس لثمان بقین من رجب سنة تسع وخمسین (الاستیعاب ۳/۲۷۶) فتاوی محمودیہ ۳/۲۸۱)

ستائیسویں رجب کے روزہ کی شرعی حیثیت

بہت سے لوگ رجب کی ستائیسویں تاریخ کو اس اعتقاد کے ساتھ روزہ رکھتے ہیں کہ یہ سنت ہے اور ہزاروں روزوں کے برابر ثواب ملے گا، اسی بنیاد پر اسے ہزاری روزہ بھی کہتے ہیں شرعا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــ وباللہ التوفیق

ستائیسویں رجب کے روزہ کے تعلق سے جو روایات ہیں وہ موضوع اور ضعیف ہیں، صحیح اور قابل اعتماد نہیں ہیں اس لئے اس تاریخ کے روزہ کو سنت سمجھ کر اس اعتقاد کے ساتھ رکھنا کہ ہزار روزوں کے برابر ثواب ملے گا صحیح نہیں ہے شرعا ممنوع ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس دن روزہ رکھنے سے لوگوں کو منع کرتے اور اگر کوئی رکھتا تو اس کی ہتھیلی پر مار کر روزہ افطار کرواتے اور فرماتے رجب کیا ہے؟ رجب تو ایک مہینہ ہے جس کی جاہلیت میں تعظیم کی جاتی تھی اسلام نے اس کی جاہلیت والی عظمت کو ترک کردیا۔" عن خرشه بن الحر قال رایت عمر بن الخطاب یضرب اکف الرجال فی صوم رجب حتی یضعوها فی الطعام فیقول رجب وما رجب، انما رجب شهر کانت تعظمه الجاهلیة فلما جاء الاسلام ترک (کنز العمال ۸/۶۵۳)

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمان صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ستائیسویں رجب کے روزہ کو جو عوام ہزارہ روزہ کہتے ہیں اور ہزار روزہ کے برابر اس کا ثواب سمجھتے ہیں اس کی کچھ اصل نہیں ہے (فتاوی دار العلوم ۶/۴۹۱)

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ماہ رجب میں تاریخ مذکورہ میں روزہ رکھنے کی فضیلت پر بعض روایات وارد ہوئی ہیں لیکن وہ روایات محدثین کے نزدیک درجہ صحت کو نہیں پہونچی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ماثبت بالسنۃ میں ذکر کیا ہے، بعض بہت ضعیف اور بعض موضوع ہیں (فتاوی محمودیہ ۳/۲۸۱)

ستائیسویں رجب کی شب کی عبادت کا حکم

ستائیسویں رجب کی شب کو مسجدوں میں چراغاں کیا جاتا ہے، جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں، عبادت کا اہتمام کیا جاتا ہے اس اعتقاد کے ساتھ کہ یہ شب، شب معراج ہے، شرعا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــ وباللہ التوفیق

واقعہ معراج مشہور قول کے مطابق بعثت کے گیارہویں سال پیش آیا، کس مہینہ میں پیش آیا اس سلسلہ میں اختلاف ہے، علامہ نووی اور علامہ قرطبی کے مطابق ۲۷/ربیع الآخر کو پیش آیا، قال الحربی: کان لیلۃ سبع وعشرین من شهر ربیع الآخر قبل الھجرۃ بسنۃ (النووی علی مسلم ۱/۹۱، تفسیر قرطبی ۱۰/۲۱۰) اگر ۲۷/رجب ہی کو مان لیا جائے تو بھی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تقریبا ۱۲/سال باحیات رہے، اس درمیان آپ نے اس رات کے متعلق نہ تو کوئی ہدایت دی نہ کوئی خاص عمل کیا اور نہ لوگوں کو ترغیب دی، نہ حضرات صحابہ کرام نے کیا نہ تابعین وتبع تابعین نے اور جو چیز کتاب وسنت، صحابہ کرام، تابعین وتبع تابعین سے ثابت نہ ہو اس کو دین کا حصہ قرار دینا بدعت ہے، جس سے احتراز لازم وضروری ہے۔

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 61/71 شمارہ نمبر 10 مورخہ ۲۳؍رجب المرجب ۱۴۴۲ھ مطابق ۸؍مارچ ۲۰۲۱ء روز سوموار

معراج رسول صلی اللہ علیہ وسلم

رجب اسلامی سال کا ساتواں مہینہ ہے، اوران چار مہینوں میں سے ایک ہے جسے ''اشہر حرم'' کہا جاتا ہے، اس مہینے میں کوئی خاص عبادت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، ایک دعا کا ذکر مسند احمد، بیہقی اور دوسری کتابوں میں ملتا ہے، جس کے الفاظ ''اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمْضَانَ ہے''، دعا بڑی پیاری ہے، مانگنا مفید ہے، البتہ محدثین کی نظر میں یہ ضعیف حدیث ہے اور یہ ضعف راویوں کے ضعف کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

اس مہینہ کی ستائیسویں شب کو اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر معراج پر بلایا، یہ وہ موقع تھا جب طائف کی گلیوں سے لہولہان لوٹنے کے بعد آپ اندر سے ٹوٹ چکے تھے، ظلم برداشت کرتے کرتے تھک چکے تھے، دعوت دین کے راستے میں جھنجھوڑنے، ستائے جانے کی انتہا ہو چکی تھی، ایسے میں اپنے محبوب کو اللہ رب العزت نے وہ عروج وعظمت بخشی اور ٹوٹے ہوئے دل کو جوڑنے کا وہ سامان کیا، جس کی کوئی نظیر پہلے نہیں ملتی اور بعد میں کسی درجہ میں بھی کوئی امکان باقی نہیں، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی دوسرا نہ نبی آئے گا اور نہ رسول۔

عروج آدم خاکی کا یہ سفر تین مرحلوں میں اختتام پذیر ہوا، پہلا مرحلہ مکہ سے مسجد اقصیٰ، دوسرا مرحلہ مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ اور تیسرا اور آخری مرحلہ بارگاہ رب العزت سے دو کمان دوری تھا، جسے قرآن کریم میں فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی سے تعبیر کیا گیا ہے، پہلے دونوں مراحل میں حضرت جبرئیل علیہ السلام ساتھ تھے، لیکن سدرۃ المنتہیٰ سے آگے کا سفر بارگاہ الٰہی تک تنہا ہی طے ہوا، پہلے مرحلہ میں سواری کے لیے براق دوسرے مرحلہ میں رفرف اور تیسرے مرحلہ کا سفر نور کے جلو میں مکمل ہوا، پہلی منزل پر تمام انبیاء کا آپ کو امام بنایا گیا، دوسرے مرحلہ میں جنت وجہنم کی سیر کرائی گئی، انعام خداوندی کا مشاہدہ کرایا گیا، مختلف آسمانوں میں مختلف نبیوں سے ملاقات کرائی گئی، گناہ گاروں کو جن مراحل سے گذرنا ہوگا اسے کھلی آنکھوں دکھایا گیا، اور سفر کا اختتام جہاں پر ہوا، وہاں اللہ رب العزت نے آپ پر بے پناہ رحمتیں برسائیں، صلوٰۃ کا نذرانہ پیش کیا اور ہدیہ میں پانچ وقت کی نمازیں دی گئیں، نماز کے ساتھ ساتھ شرک نہ کرو، والدین کی عزت کرو، ان سے بدسلوکی نہ کرو، حق داروں کا حق ادا کرو، فضول خرچی سے بچو، میانہ روی اختیار کرو، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، زنا کے قریب نہ جاؤ، ناحق قتل سے بچو، یتامیٰ سے بہتر سلوک کرو، معاہدوں کی پاسداری کرو، ناپ تول اور وزن میں کمی نہ کرو، عدل وانصاف سے کام لو، جہالت سے دور رہو، غرور اور تکبر سے پرہیز کرو، جیسے احکامات دیے گئے، جو انسانی زندگی کو متوازن معتدل اور حقوق کی ادائیگی میں حساس بنانے کے لیے انتہائی ضروری ہیں۔ معراج میں دیے گئے ان احکام کو مسلمان بھول چکے ہیں، ان میں کوتاہی اپنا شیوہ بنالیا ہے، اس لئے آج انسانی زندگی غیر متوازن اور غیر معتدل ہو کر رہ گئی ہے۔

سفر معراج کا یہ واقعہ معمولی واقعہ نہیں ہے، یہ عروج آدم خاکی کی انتہا ہے، یہ اس بات کا اعلان ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کو سید الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین بنایا ہے۔ اس سفر نے دنیا پر واضح کر دیا کہ خلائی سفر ممکن ہے، زمان ومکان کی بساطین سمیٹ کر اللہ چاہیں تو طویل سفر کو مختصر کر دیں بایں طور کہ آسمان پر رات گذر جائے اور زمین پر بستر گرم اور زنجیر ہلتی رہے، سواری کی رفتار بھی اللہ اس قدر بڑھانے پر قادر ہیں کہ پل میں سینکڑوں میل کا سفر طے ہو جائے، اس سفر میں نشانیاں بہت ساری ہیں، غور وفکر سے اوراق کے اوراق سیاہ کیے جا سکتے ہیں، اسی لیے اللہ رب العزت نے اس سفر کا مقصد ہی لِنُرِیَهٗ مِنْ آیَاتِنَا (تاکہ میں اپنی نشانیوں کا مشاہدہ کرا سکوں) قرار دیا ہے، عقل مندوں کے لیے اس میں بہت سے اشارات ہیں۔

عائشہ مکرانی کی خودکشی

شوہر کے غیر معمولی جہیز کے مطالبہ سے تنگ آکر ۲۳؍سالہ عائشہ بانو مکرانی نے ۲۵؍فروری کو سابرمتی ندی میں کود کر خودکشی کر لی، عائشہ احمد آباد، ریلیف روڈ واقع ایس وی کامرس کالج میں معاشیات سے ایم اے کر رہی تھی، اس کی شادی عارف خان سے ۶؍جولائی ۲۰۱۸ء کو ہوئی تھی، شوہر حریص لالچی اور بدمزاج تھا، عائشہ اس سے یک طرفہ محبت کرتی تھی، اور اس نے کم وبیش دو سال اس کے ساتھ وقفے وقفے سے گذارا، لیکن جب تشدد حد سے بڑھنے لگا تو ۱۰؍مارچ ۲۰۲۰ء کو وہ اپنے سسرال سے میکے آگئی، میکے آنے کے بعد بھی وہ اپنے شوہر عارف خان سے رابطہ کرتی رہی، ایک موقع سے جب اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی تو شوہر نے کہا کہ مرنے کی ویڈیو بھیج دینا، اور واقعتاً اس نے خودکشی سے قبل ستر منٹ اس سے بات کیا پھر دو منٹ کا ویڈیو بنا کر وائرل کر دیا، اس ویڈیو کی بنیاد پر پولیس نے عارف خان پر خودکشی کے لیے اکسانے کا مقدمہ درج کر لیا اور اس کی گرفتاری بھی عمل میں آگئی ہے۔ یہ مقدمہ دفعہ ۳۰۶ کے تحت درج کیا گیا ہے، جس میں مالی جرمانہ کے سات دس سال کی سزا ہو سکتی ہے۔

اس ویڈیو کے وائرل ہونے کے بعد پرنٹ، الکٹرونک اور سوشل میڈیا پر مختلف انداز میں بحثیں ہونے لگیں، کسی نے عائشہ کے اس قدم کو حرام موت سے تعبیر کیا، کسی نے اس موت کا ذمہ دار سماج کو ٹھہرایا، جہاں لڑکوں کو بیچا جاتا ہے، اور جس کی وجہ سے لڑکی کی شادی دشوار تر ہو گئی ہے، اور لڑکی کی پیدائش پر والدین کے منہ سیاہ پڑ جاتے ہیں، بعض سرپھروں نے اس کو علماء سے جوڑ دیا اور لعن طعن کرتے ہوئے لکھا کہ ایسی شادی میں وہ نکاح ہی کیوں پڑھاتے ہیں، ہر ایک کی اپنی اپنی سوچ اور اپنی اپنی فکر تھی، جو جس کے من میں آیا کہہ گذرا، حد یہ ہے کہ کئی نے عائشہ کو خودکشی کی وجہ سے جہنم رسید کر دیا۔

یقیناً تلک جہیز کی لعنت مسلم معاشرہ میں ایک ناسور کی طرح ہے اور جس کی وجہ سے بہت سی لڑکیوں کے ہاتھ پیلے نہیں ہو پاتے اور وہ سنّ ایاس کو پہونچ جاتی ہیں، کئی شادی کے بعد شوہر، ساس اور نند کے ذریعہ مٹی تیل چھڑک کر جلادی جاتی ہیں، اور کئی مختلف طریقوں سے موت کی نیند سو جاتی ہیں، بلکہ اب تو غیر مسلم لڑکیوں کے ساتھ شادی کے وجوہ واسباب میں سے بھی ایک تلک جہیز کی لعنت کو قرار دیا جا رہا ہے، ایسے میں اس رسم بد کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے اور اس کو ختم کرنے کے لیے مختلف ملی تنظیموں کی طرف سے باضابطہ تحریک چھیڑنے کی ضرورت ہے۔

رہی بات ایسی شادی میں شرکت سے اجتناب اور بائی کاٹ کی، تو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ بائی کاٹ مسئلہ کا حل نہیں ہے اور نکاح کے انعقاد کے لیے قاضی نکاح کی حیثیت جز ولازم کی بھی نہیں ہے، اور نہ ایک شہر میں سبھی کے لیے ممکن ہے کہ وہ ایسی تمام شادی کا بائی کاٹ کرے، میں نے ایک ایسی شادی میں نکاح پڑھانے سے انکار کر دیا تو لڑکی والے دوسرے شہر سے نکاح خواں لے آئے اور دو گھنٹے بعد نکاح ہوا، اس کا ایک دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ عموماً نکاح خواں لڑکی کی طرف کے ہوتے ہیں، لڑکے والوں کا تعلق صرف قاضیانہ دینے سے ہوتا ہے، ایسے میں لڑکی والے کو ایک اور دماغی اور نفسیاتی پریشان سے گذرنا ہوگا جو اسکے لیے مزید پریشانی کا باعث ہوگا، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایسے بااثر علماء، جن کے چشم وابرو کے اشارے سے تلک جہیز کو روکا جا سکتا ہو، پورے طور پر روکنے کی کوشش نہ کریں، اس سلسلہ میں صحیح طریقہ کار وہی ہے جس کا ذکر حدیث میں آیا ہے کہ جو منکرات کو ہوتا ہوا دیکھے تو اگر طاقت وقوت والا ہے تو وہ اپنے دست وبازو سے روک دے، اتنی سکت نہ ہو تو زبان سے منع کرے اور اگر زبان سے منع کرنے کی بھی ہمت نہ ہو تو دل سے برا مانے، حالاں کہ یہ ایمان کا سب سے کم تر درجہ ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ تلک جہیز کی لعنت کو سماج سے ختم ہونا چاہیے اور اس کے لیے ہر ممکن جد وجہد کرنی چاہیے۔

عائشہ کے اس قدم سے سماج کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی ہے، گو یہ قدم اس کا شریعت کے خلاف ہے، اس کا خود بھی کہنا ہے کہ اس عمل کے بعد اسے جنت ملے گی یا نہیں، البتہ خودکشی کرنے والے کے لیے مغفرت کی دعا کرنا ممنوع نہیں ہے، کیوں کہ وہ اس گناہ کے ارتکاب سے کافر نہیں ہوتا۔ حقیقت جو بھی ہو اس واقعہ نے تلک جہیز سے پاک شادی کرنے کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کرانے کا کام کیا ہے، یہ اس پورے واقعہ کا مثبت پیغام ہے۔

کوئلے کی کالکھ

مغربی بنگال کی وزیر اعلیٰ ممتا بنرجی نے جس بے خوفی کے ساتھ بھاجپا کے حملوں کا سامنا کیا اور دندان شکن جواب دیا، اس کی دوسری کوئی نظیر ماضی قریب میں نہیں ملتی، سیاسی داؤ، ہتھکنڈے، ڈرانے دھمکانے کا کوئی اثر ممتا بنرجی پر نہیں پڑا تو دوسری ترکیبیں کردار کشی کی ڈھونڈھی جانے لگیں، اور بالآخر غیر قانونی کوئلے کی کالکھ کے ذریعہ ممتا بنرجی کے خاندان پر سیاہی مل دی گئی اور ان کے بھتیجے ابھیشیک بنرجی کی طرف شک کی سوئی گھوم گئی ہے، حالاں کہ اس معاملہ کے دوسرے ملزم انوپ مانجھی عرف لالہ، ونے مشرا اور وجیرا کی ملی بھگت سے یہ کام آگے بڑھتا تھا، اور اس کو منزل تک پہونچانے میں بدعنوان افسروں اور سیاسی حضرات کا ساتھ اسے مل رہا تھا، جس کے بل پر وہ بنگال سے سو ٹرک کوئلہ جھارکھنڈ اور اترپردیش کے راستے پورے ملک کو سپلائی کرتا تھا، غیر قانونی طور پر کوئلے کی سپلائی سے پورے سال میں پچپن سو کروڑ کی یافت ہوتی تھی، یہ معاملہ اس وقت روشنی میں آیا جب لالہ سنڈیکیٹ کے سات ٹرک غیر قانونی طور پر کوئلہ لے جاتے ہوئے دھنباد میں پکڑے گئے اور جانچ کے بعد بیس ہزار کروڑ روپے کے گھوٹالے کا راز کھلا۔

یہ پورا معاملہ صرف ممتا بنرجی کے بھتیجہ سے ہی جڑا نہیں ہے، بلکہ راستہ میں پڑنے والی چوکیوں کے پولیس کرمچاری بھی اس میں ملوث پائے گئے ہیں، جعلی دستاویزوں اور کاغذات کے سہارے یہ پورا نیٹ ورک بیس روپے کے ٹوکن کے ساتھ جاری تھا، تمام جانچ کرنے والے بیس روپے کا نوٹ دیکھ کر کوئلہ سے بھرے ٹرک کو جانے دیتے تھے گویا یہ ایک پاسنگ کورڈ تھا جو غیر قانونی کوئلے کو منزل تک پہونچانے کے لیے استعمال ہوتا تھا، سی بی آئی نے اپنی جانچ رپورٹ میں خلاصہ کیا ہے کہ سی اے اے ال افسر پہلے چالو کوئلہ کانوں کو بند کرا دیتے تھے، تاکہ بند کانوں سے غیر قانونی طور پر انوپ مانجھی عرف لالہ کوئلہ نکال کر باہر سپلائی کر سکے، چالو کوئلہ کھدانوں کو مفت میں بند نہیں کیا جاتا تھا؛ بلکہ لالہ اس کے لیے اچھی خاصی رقم افسروں کو دیا کرتا تھا، وہ جی ایس ٹی کی رقم بھی ہڑپ جاتا تھا۔

اس پورے گھوٹالے کی جانچ کی جا رہی ہے، یقیناً ہونی چاہیے اور نتیجہ خیز ہونی چاہیے، لیکن اس کے لیے ممتا بنرجی کی سیاسی زندگی پر کالکھ پوتنا انتقامی کارروائی سمجھی جا رہی ہے، اور بھاجپا انتخاب میں اس کا فائدہ اٹھانا چاہتی ہے، اسے ایک مُدّا مل گیا ہے اور وہ انتخاب کے دوران اس کو بُھنانے کا کام کرے گی، ایسا سیاسی مبصرین کی رائے ہے۔

دھوئیں میں اڑتی جوانی

کبھی محمد رفیع کی گائی ہوئی کسی غزل کا ایک مصرعہ بہت مشہور تھا ''ہر فکر کو دھوئیں میں اڑاتا چلا گیا''، آج کے ماحول کا جائزہ لیں تو ہماری نوجوان نسل حقیقت میں اپنی جوانی کو دھوئیں میں اڑاتی نظر آرہی ہے۔ کہنے کو بہار میں شراب بند ہے، لیکن ڈھونڈنے والوں کو اسی طرح مل جا رہی ہے، شراب کے علاوہ نوجوان نسل سگریٹ، گٹکھے، تمباکو، حتی کہ وہ کوکین، گانجا، چرس اور ڈرگس تک کا استعمال کھلے عام کر رہے ہیں، چھوٹے چھوٹے بچے نشے کی لت میں مبتلا ہیں، ابھی کچھ دن پہلے ہی سوشل میڈیا پر سرگرم ایک نیوز چینل نے پٹنہ کے ڈاک بنگلہ چوراہا کی ایک ویڈیو ڈالی تھی، جس میں راجدھانی کے قلب میں کوتوالی تھانہ کے سامنے دس سے ۱۸ برس کے نونہال سولوشن کے نشے میں دھت تھے۔ اینکر کے پوچھنے پر ان بچوں نے بتایا کہ وہ سولوشن کو نشے کے لیے استعمال کرنے کے عادی ہیں۔ سرکاریں ان نشیلی اشیاء پر پابندی کا دعویٰ تو کرتی ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ سگریٹ، گٹکھا اور دیگر نشیلی چیزیں ہر چوک چوراہے پر آسانی سے دستیاب ہو جاتی ہیں، دکان داران کو بیچنے میں گاہک کی عمر کا خیال نہیں رکھتے اور چھوٹے بچوں کو بھی یہ چیزیں بیچ دیتے ہیں، انہیں صرف اپنے نفع سے مطلب ہوتا ہے، کہا جاتا ہے کہ بھارت دنیا کا سب سے زیادہ نوجوانوں کی آبادی والا ملک ہے، لیکن اگر اسی طرح ہماری نوجوان نسل نشے کے سمندر میں غرق ہوتی رہی تو ایسے نوجوانوں سے مضبوط ملک کی تعمیر نہیں ہو سکتی۔ اس لیے ان نونہالوں کو نشے کی دنیا سے نکالنا ضروری ہے، گارجین بھی اس پر توجہ دیں، سرکار بھی سختی کرے اور سماج کے فکر مند لوگ بھی اس سماجی برائی کو دور کرنے کی مہم چلائیں، تبھی اس پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

یادوں کے چراغ ✍: مولانا بدر الحسن القاسمی کویت

علامہ شبیر احمد عثمانی - قدرت کی کرم خاص کی نشانی

ایک عظیم محدث، بے نظیر مفسر اور بے مثال متکلم کے اوصاف کسی ایک ذات میں قدرت نے اگر قریب کے زمانہ میں جمع کئے تھے تو وہ علامہ شبیر احمد عثمانی کی ذات گرامی تھی۔

آج کا زمانہ وسائل کی کثرت، اسباب کی فراوانی، اور دانش گاہوں کی تعداد، ان کی وسعت، تنوع اور ان میں ہر طرح کی سہولتوں، ترقی یافتہ نظاموں، دور اور نزدیک سے تعلیم دینے کے پروگراموں اور لیبارٹریوں کے باوجود ہر فن ماہر انسان یا متنوع علوم میں مہارت رکھنے والے افراد تیار کرنے سے عاجز ہے۔ جبکہ ہمارا قدیم نظام تعلیم اپنی بہت سی خامیوں اور اسباب و وسائل کے لحاظ سے انتہائی بے سروسامانی کے باوجود وقت کے امام رازی و غزالی بیک وقت کئی علوم کے جامع افراد اور کئی فنون کی ماہر شخصیات پیدا کرتا رہا ہے۔

اسی طرح کی ایک عظیم شخصیت علامہ شبیر احمد عثمانی کی بھی ہے جو بیک وقت زبردست محدث، بے مثال مفسر اور نامور متکلم سبھی کچھ تھے۔ علامہ محمد انور شاہ جنکی نظیر ان کے زمانہ میں چشم فلک نے نہیں دیکھی اور نہ خود انکی نگاہوں نے اپنی مثال دیکھی ہے، وہ علامہ شبیر احمد عثمانی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: "لاجرم **علامہ عصر خود مولانا مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی مفسر ومحدث ومتکلم این عصر اند**"۔

اہل نظر ہی اندازہ کر سکتے ہیں کہ اپنے ایک معاصر عالم کے بارے میں جو خود کمال دیانت سے انکی خوشہ چینی کا برملا اظہار کرتا ہو، علامہ انور شاہ کے یہ الفاظ کتنا وزن رکھتے ہیں۔ سچ کہا گیا ہے کہ

قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری

علامہ شبیر احمد عثمانی غیر معمولی ذہانت، حافظہ کی بے پناہ قوت رکھنے کے ساتھ بے مثال خطیب، بہترین انشا پرداز اور عربی اردو دونوں زبانوں کے ادیب تھے۔ شعر فہمی اور تنقید کی بھی اچھی صلاحیت رکھتے تھے۔ انہوں نے عربی زبان میں " صحیح مسلم " کی گراں قدر شرح لکھی جس کی تکمیل کی سعادت نامور فقیہ مولانا و مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کو ملی جنہوں نے چھ ضخیم جلدوں میں اسکا تکملہ لکھا ہے جو نہایت محققانہ اور بے نظیر ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی نے اپنے استاذ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب کے ترجمہ قرآن پر فوائد عثمانی حواشی لکھے ہیں ایک مختصر تفسیر ہی کی حیثیت رکھتے ہیں اور بڑی جامعیت کے ساتھ تفسیری فوائد لکھے ہیں کہ ان میں ملحدین اور دوسرے معترضین و مستشرقین کے بیشتر اعتراضات کے جواب آ گئے ہیں۔

اس کے علاوہ معجزات وخوارق عادات، العقل والنقل، الاسلام، قرآن کا اعجاز، الروح فی القرآن، سجود الشمس، فتح الملہم عربی شرح صحیح مسلم اور فضل الباری تقریر درس بخاری وغیرہ ناموں سے متعدد علمی رسائل اور وقیع کتابیں لکھیں اور مخالفین اسلام کے شکوک وشبہات اور اسلام پر ہونے والے اعتراضات کا جواب دیا ہے جن سے انکی متکلمانہ شان ظاہر ہوتی ہے اور عقلی استدلال کی بے پناہ قوت اور خدا داد صلاحیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی عام قسم کے ایک عالم دین اور جاہ طلب یا مال کے خواہاں دنیا دار انسان نہیں تھے، بلکہ خدا رسیدہ بزرگ اور شب زندہ دار عابد بھی تھے، آپکا روحانی تعلق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے تھا اور انکے خلفاء میں آپکا شمار ہوتا ہے، اپنے بلند علمی مقام کے ساتھ آپ ذکر وشغل کے پابند اور زہد وتقوی کے بلند مقام پر بھی فائز تھے۔

آپ نے اپنی ظاہری اولاد تو کوئی نہیں چھوڑی، البتہ شاگردوں کی بڑی تعداد اور گراں قدر تصنیف کردہ کتابوں کا ذخیرہ چھوڑا ہے جو انکے لئے بلاشبہ صدقہ جاریہ ہے اور اہل علم کے لئے نعمت عظمی، انکی اہم کتابوں میں چند یہ ہیں:

مختلف موضوعات پر مقالات وابحاث کے اسلوب کی وجہ سے علامہ عثمانی؛ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی کے لسان یعنی ان کے لدنی علوم کے شارح وترجمان کہلاتے ہیں۔ وہ علماء کی مجالس اور عوامی اجتماعات دونوں میں مولانا نانوتوی کی تقریر دل پذیر اور آب حیات کے مشکل مضامین کو اس طرح آسان اور تمثیلی رنگ میں پیش فرماتے تھے کہ ان کو لوگ بآسانی سمجھ لیتے تھے۔

علامہ سید سلیمان ندوی تحریر فرماتے ہیں: دیوبند کے حلقے میں اس زمانے میں یہ بات برملا کہی جاتی تھی کہ مولوی شبیر احمد صاحب کو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے علوم ومعارف پر پورا احتواء اور مکمل عبور ہے وہ حضرت مولانا رحمہ اللہ کے مضامین ومعانی کو اپنی زبان اور اپنے طرز ادا میں اسطرح ادا کرتے تھے کہ وہ دلنشیں ہو جاتے تھے۔

یہ خیال رہے کہ مولانا محمد قاسمؒ کے مضامین نہایت غامض، دقیق اور مشکل ہوتے تھے جن تک عوام کی پہنچ نہیں ہو سکتی تھی، اسلئے ان کے مضامین وحقائق کو سمجھنا پھر زمانہ کی زبان میں انکی تعبیر وتفہیم کوئی آسان بات نہ تھی اور اسی لئے مولانا شبیر احمد کی تقریر وتحریر کی تعریف کی جاتی تھی (معارف 1950)

علامہ شبیر احمد عثمانی کی پیدائش 1305ھ مطابق 1889م میں ہوئی، ان کے والد کا نام فضل الرحمٰن عثمانی تھا، اپنے بیٹے کا نام فضل اللہ اور شبیر احمد رکھا اور اسی نام سے وہ مشہور ہوئے۔

ابتدائی اردو اور فارسی کی تعلیم دار العلوم ہی میں ہوئی، فارسی کے اساتذہ میں مفتی محمد شفیع صاحب کے والد مولانا یسین صاحب بھی تھے، عربی کی تعلیم 1319ھ سے شروع ہوئی، اساتذہ میں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی اور مولانا رسول خاں ہزاروی بھی شامل تھے، آپ کی فراغت نمایاں امتیاز کے ساتھ 1325ھ میں ہوئی، کچھ عرصہ مدرسہ فتحپوری میں صدر مدرس رہے، پھر دیوبند بلا لئے گئے، کچھ دنوں بعد اپنا گھر اور زمین بیچ کر وہ حج کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ 1348ھ میں علامہ انور شاہ کشمیری کے ساتھ ڈابھیل چلے گئے۔ صحیح مسلم اور تفسیر بیضاوی کا درس وہاں آپ کے ذمہ تھا۔ آپ نے 1926ء میں شاہ عبد العزیز کی بلائی گئی عالمی کانفرنس میں جمعیت علماء کی نمائندگی کی اور کئی مسائل میں ملک عبد العزیز کے سامنے اعلان حق کیا شاہ مکہ آپکی تقریروں سے بیحد متاثر ہوا اور دنیا بھر سے آئے ہوئے علماء نے بھی آپ کے علم وفضل اور حق گوئی کا کھلے دل سے اعتراف کیا۔ 1354ھ میں آپکو دار العلوم دیوبند کا صدر مہتمم متعین کیا گیا چنانچہ آپ دیوبند آ گئے، پھر ڈابھیل لوٹے، پھر بیمار ہو کر دیوبند آئے، ملک کی تقسیم کے بعد کراچی رہ گئے۔

علامہ عثمانی غیر معمولی فضل وکمال رکھنے والے بے مثال عالم تھے، آپ محدث، مفسر، متکلم ہونے کے ساتھ بے مثال خطیب اور بلند پایہ مصنف بھی تھے۔ انہوں نے مستشرقین کے شبہات واعتراضات کا قلع قمع کیا، ہندوؤں اور عیسائیوں کے اسلام پر حملہ کا جواب دیا، قادیانیوں اور دوسرے ملحدین کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ سیاسی سرگرمیوں میں بھی بھرپور حصہ لیا، مسلمانوں کے لئے الگ وطن کے حصول کی جدوجہد میں پیش پیش رہے، قیادت کی اور کامیابی تک ساتھ دیا، چنانچہ پاکستان کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے قائد اعظم نے آپ کا ہی انتخاب کیا اور اسی کو اپنے ملک کے لئے باعث برکت وسعادت سمجھا۔

ملک کی آزادی اور پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد صرف ایک سال، چار ماہ زندہ رہے، 21 صفر 1369ھ مطابق 13 دسمبر 1949ء کو لاکھوں عقیدت مندوں کو سوگوار چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے، جان جاں آفریں کے سپرد کر دی اور جنت نشان ہو گئے۔

کتابوں کی دنیا ✍: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

اردو شعر وادب میں بہار کے ندوی علماء کی خدمات

ندوۃ العلماء، (سن قیام ۱۸۹۲) لکھنو کا رشتہ بہار سے ہر دور میں بڑا مضبوط، قدیم اور مستحکم رہا ہے، ندوہ کے بانی قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیر جن کی خانقاہ رحمانی مونگیر میں آج بھی مرجع خلائق ہے اور جس کے فیوض وبرکات مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم امیر شریعت وسجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر کے ذریعہ آج بھی جاری وساری ہیں، حضرت صاحب نے خود بھی ندوہ سے کسب فیض کیا ہے۔

ندوہ کی تحریک کو اتر پردیش سے باہر عام کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اکابر ندوہ نے ساتواں اجلاس پٹنہ میں منعقد کیا تھا، یہ اجلاس سہ روزہ تھا اور ۱۰، ۱۱، ۱۲؍ رجب ۱۳۱۸ھ مطابق ۴، ۵، ۶؍ نومبر ۱۹۰۰ء کی تاریخ میں ہوا تھا، اس زمانہ میں ندوہ کو مخالفین کی جانب سے اعتراضات کا سامنا تھا، بہار میں منعقد اس اجلاس نے مخالفت کی اس آگ کو ٹھنڈا کرنے میں بھی اہم رول ادا کیا تھا، اور اس کے بعد ہی بہار سے طلبہ کا عام رجوع ندوہ کی طرف ہوا تھا۔

ندوۃ العلماء، ایک تحریک ہے، جس کا مقصد علوم اسلامیہ کے نصاب درس میں دور رس اور بنیادی اصلاحات اور نئے نصاب کی تیاری، رفع نزاع باہمی یعنی اتحاد ملی اور اخوت اسلامی کے جذبات کو فروغ دینا، ایسے علماء پیدا کرنا جو کتاب وسنت کے وسیع وعمیق علم کے ساتھ جدید خیالات سے بخوبی واقف اور زمانہ کے نبض شناس ہوں، اسلامی تعلیمات کی اشاعت، بالخصوص برادران وطن کو اس کی خوبیوں سے روشناس کرانا ہے۔ گو دار العلوم ندۃ العلماء کے کام کو آگے بڑھانے اور بال و پر عطا کرنے کی وجدوجہد میں بعد کے دنوں میں یہ تحریک کہیں دب گئی، اور اب تو بہت سارے ندوی حضرات بھی اس تحریک کے خدوخال کو بھول چکے ہیں، یہ جو فضلاء اور فارغین ہیں، وہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے ہیں، ندوۃ العلماء کے نہیں، ندوہ ایک تحریک ہے اور دار العلوم اس کا تعلیمی مرکز۔

اس تعلیمی ادارے سے بہار کے لوگوں کو بڑا فیض پہونچا، بہار کے کئی نامور علماء، نے یہاں سے فارغ ہو کر ملک وملت کی اس قدر نمایاں خدمات انجام دیں کہ وہ علمی دنیا کے سرتاج اور دار العلوم ندوۃ العلماء کے لیے گل سر سبد بن گئے، ایسے لوگوں کی فہرست طویل ہے، جس کے ذکر کا نہ یہاں موقع ہے اور نہ گنجائش۔ مثال کے طور مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا مسعود عالم ندوی، مولانا ریاست علی ندوی اور مولانا عبد اللہ عباس ندوی رحمہم اللہ کا نام لیا جا سکتا ہے، جن کی علمی، ملی، ادبی اور سماجی خدمات کے نقوش جادہ جادہ ثبت ہیں اور انہوں نے اس میدان میں جہاں قدم رکھ دیے، وہ ڈگر نہیں، شاہ راہ بن گئی۔

ضرورت تھی کہ بہار کے ان علماء کی خدمات کا ایک جامع مجموعہ اہل علم وادب کے سامنے ہوتا؛ تا کہ اردو شعر وادب میں بہار کے ندوی علماء، کی خدمات سے اہل علم پورے طور پر واقف ہوتے، لیکن ایسی کوئی کتاب موجود نہیں تھی، ایک زمانہ میں جب رابطہ ادب اسلامی کا سمینار خدا بخش خان اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ میں منعقد ہوا تھا اور مفکر اسلام حضرت مولانا ابو الحسن علی ندویؒ اس سمینار کی صدارت فرما رہے تھے، موضوع تھا "اسلامی نشأۃ ثانیہ میں ادب کا حصہ" تو میں نے اپنا مقالہ "اسلامی نشأۃ ثانیہ میں بہار کے نثر نگار علماء کا حصہ" کے عنوان سے پیش کیا تھا اور اس میں بہت سارے ندوی علماء کی نثری نگارشات کا جائزہ لیا تھا، یہ مقالہ میرے مضامین کے مجموعہ "نقد معتبر" میں شامل ہے، شاید یہ پہلی کوشش تھی جو اس سمت میں کی گئی تھی۔

برسوں کے بعد اب مولانا ڈاکٹر سجاد احمد ندوی کی وقیع تصنیف "اردو شعر وادب میں بہار کے ندوی علماء کی خدمات" منظر عام پر آ رہی ہے، مولانا ڈاکٹر سجاد ندوی صاحب ان دنوں مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسٹی میں "گیسٹ ٹیچر" کی حیثیت سے طلبہ کی ذہنی آبیاری اور علمی مشاغلی میں لگے ہوئے ہیں، اس کے علاوہ وہ بنیادی دینی تعلیم کا مکتب بھی چلاتے ہیں، ذوق علم وادب ان کو ورثہ میں ملا ہے وہ مولانا حسین احمد صاحب سابق قاضی امارت شرعیہ ضلع سہرسہ کے چشم وچراغ ہیں، امارت شرعیہ، خانقاہ رحمانی اور جامعہ رحمانی کی محبت وعقیدت ان کی گھٹی میں پڑی ہے اور وہ اکابر امارت شرعیہ سے عقیدت مندانہ تعلق رکھتے ہیں، دار العلوم ندوۃ العلماء، ان کی مادر علمی ہے اور ماں کی محبت تو رگوں میں خون کی طرح گردش کرتی رہتی ہے۔

مولانا موصوف نے بہار کے پینتالیس (۴۵) ندوی علماء کی ادبی وشعری خدمات کا جائزہ لیا ہے، یہ فہرست غور وفکر اور تحقیق سے مزید طویل ہو سکتی ہے، لیکن مولانا نے نامور اور منتخب علماء کو ہی لیا ہے، اس لیے یہ فہرست ذرا مختصر ہو گئی ہے، مندرجات کے اعتبار سے اصلا یہ بہار کے ندوی علماء، کے سوانحی خاکے زیادہ ہیں، شعری وادبی خدمات کا جائزہ کم، لیکن جو کچھ ہے قابل قدر ہے اور قابل مطالعہ بھی۔ اکبر الٰہ آبادی نے ندوہ کو "زبان ہوش مند" کہا تھا، اللہ کرے اس "ہوش مندی" کا سلسلہ دراز ہو، اور مولانا محمد سجاد ندوی پوری ہوش مندی کے ساتھ اسی طرح علم وادب کے کاکل وگیسو سنوارتے رہیں۔

آمین یارب العالمین وصلی اللہ علی النبی الکریم وعلی الہ وصحبہ اجمعین۔

حکایات اہل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے حیرت انگیز واقعات پڑھنے سے جہاں ان کی روحانی عظمت و وقعت کا احساس ابھرتا ہے، وہیں ان واقعات کو پڑھ کر آدمی میں اس مقام تک پہونچنے کی استعداد بھی ابھرتی ہے اور نکتہ آفرینی کی صلاحیت بھی پیدا ہوتی ہے، اس سے عزم و حوصلہ کو توانائی ملتی ہے اور کچھ کر گذرنے کا جذبہ ابھرتا ہے انہیں بنیادوں پر یہاں حکایات اہل دل کے عنوان سے چند واقعات ذکر کئے جا رہے ہیں۔

نماز کی برکت

حضرت امام ابو حنیفہؒ سے ایک شخص نے ذکر کیا ہے کہ اس نے کسی جگہ مال دفن کیا تھا، مگر اب وہ مقام بھول گیا ہے، امام صاحب نے فرمایا کہ یہ کوئی فتوے کی بات تو نہیں جس کا تمہیں کوئی حل بتلاؤں، خیر تم ایک کام کرو، رات کو جاکر نفلوں کی نیت باندھ لو اور صبح تک یہی کام کرتے رہو، ان شاء اللہ صبح ہونے تک جگہ یاد آجائے گی، اس شخص نے جاکر نفلیں شروع کردیں ابھی تھوڑی ہی رات گزری تھی اور کچھ ہی نفلیں پڑھی تھیں کہ اسے اپنا دفینہ یاد آگیا، بس وہ نفلیں چھوڑ چھاڑ کر اب مطمئن ہوگیا اور صبح کو جاکر امام صاحب سے عرض کیا کہ دفینہ جس جگہ تھا وہ جگہ مجھے یاد آگئی، امام صاحب نے فرمایا کہ میں پہلے ہی سمجھتا تھا کہ شیطان تمہیں نفلوں میں نہیں لگنے دے گا اور تمہیں وہ مقام یاد دلا کر اس نیک کام سے روک دے گا اور وہی ہوا، مگر اللہ کے بندے پہلے تو نوافل اپنی غرض سے پڑھنی شروع کی تھیں، اب بقیہ رات اگر شکرانے کی نفلیں پڑھ کر گزار دیتے تو کیا ہی اچھی بات تھی۔

قوی حافظہ کے باوجود بھول چوک کی نادر مثال

ہشام کلبی کا واقعہ محمد بن ابی سرّی سے منقول ہے کہ میں نے دو کام ایسے کیے کہ کسی نے نہ کیے ہوں گے، حفظ قرآن ایسا کیا کہ کسی نے اس طرح نہ کیا ہوگا اور نسیان ایسا ہوا کہ ایسی چوک کسی سے نہ ہوئی ہوگی۔

وہ کہتے تھے کہ میرے چچا حفظ قرآن نہ کرنے پر مجھے بہت ڈانٹا کرتے تھے اور خفا ہوتے تھے، ایک دن گھر میں جب وہ مجھ پر برہم ہوئے تو میں نے قسم کھالی کہ اب گھر سے قرآن حفظ کرکے ہی باہر نکلوں گا، چنانچہ اس قسم کے نتیجہ میں تین روز کے اندر سارا قرآن میں نے حفظ کرلیا۔

بھول کا واقعہ یہ ہے کہ ایک روز آئینہ اٹھا کر جو دیکھا تو ڈاڑھی پکڑی اور زائد بالوں کو قطع کرنا چاہا تو قینچی بجائے نیچے کے، اوپر کے حصے پر چلا دی اور ڈاڑھی اوپر سے کاٹ ڈالی۔

حفظ قرآن کی ترغیب کا عجیب واقعہ

حسن بن علی التنوخی کے والد کی روایت ہے کہ ۳۴۲ھ میں جب وہ حج کے لئے گئے تو انہوں نے مسجد حرام میں بہت سارو پیہ اور کپڑے پڑے ہوئے دیکھے، انہوں نے لوگوں سے پوچھا یہ قصہ کیا ہے؟ تو انہیں معلوم ہوا کہ ایک صاحب خیر اور فیاض خراسانی شخص علی الزراد نے گزشتہ سال اپنے کسی آدمی کے ہاتھ یہاں بہت سامال اور کپڑے بھیجے تھے اور اس شخص نے یہ کہا تھا کہ جاکر قریش والوں میں یہ اعلان کردو کہ ان میں جو کوئی حافظ قرآن ہوگا اسے بطور انعام اتنا مال اور انعام دیا جائے گا، مگر اس وقت کوئی قریشی اس کو ایسا نہ ملا جو حافظِ قرآن ہوتا اور یہ انعام حاصل کرتا، بس بنی ہاشم کا ایک شخص آیا جس نے حفظ قرآن کے بعد یہ انعام پایا تھا۔

یہ صورت حال دیکھ کر اس شخص نے لوگوں سے کہا کہ کیسی غیرت کی بات ہے کہ قریشیوں کی حفظ قرآن سے یہ بے اعتنائی ہے اس لیے اس نے بقیہ مال اور روپیہ لے جاکر اس خراسانی کو واپس دے دیا۔

اب یہ دوسرا سال آیا تو حج کے موقع پر پھر خراسان سے مال اور کپڑے آئے تاکہ حافظوں میں تقسیم کردیا جائے، اب کی مرتبہ یہ حال ہوا کہ قریش کی ہر شاخ میں سینکڑوں آدمی حافظ ہونے کی حیثیت سے آموجود ہوئے جنہوں نے پہلے سال کے واقعہ سے سبق سیکھ لیا اور ان میں غیرت پیدا ہوئی جس کے نتیجے میں حفظِ قرآن کا شوق عام ہوگیا اور اب کی سال انعام لینے کے لیے اتنے حافظ جمع ہوگئے کہ انعام پانے والے بڑھ گئے اور انعام کے طور پر جو کپڑا اور روپیہ آیا تھا وہ سب نمٹ گیا، بلکہ بہت سے حافظ باقی رہ گئے جو انعام مانگ رہے تھے، میں نے یہ قصہ سنا تو کہا کہ اس شخص نے قریش والوں کی فضیلت پھر ان میں پیدا کرنے کے لیے کیسی اچھی تدبیر اختیار کی، اللہ بہترین جزا اس کو عنایت فرمائے۔

مانگنے کا عجیب حیلہ

بغداد میں دجلے کے پل پر دو اندھے مانگا کرتے تھے، پل کے اس سرے پر ایک اندھا کھڑا ہوجاتا اور امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واسطہ دے کر لوگوں سے سوال کرتا، پل کے اس سرے پر دوسرا اندھا کھڑا ہوجاتا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام پر بھیک مانگتا، بہت سے لوگ وہاں جمع رہتے اور انہیں دیتے رہتے۔

دن بھر وہ اپنی جھولی میں جمع کرتے رہے اور جب وہاں سے واپس آتے تو دن بھر کی بھیک کو برابر برابر بانٹ لیتے، دونوں نے مانگنے کا عجب حیلہ اختیار کیا تھا۔

غریب بچوں سے بے تکلفی

حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانیؒ کسی کام سے تشریف لے جارہے تھے ایک گلی سے آپ کا گزر ہوا تو وہاں کچھ بچے کھیل رہے تھے، ایک بچے نے حضرت شیخ کو دیکھ کر کہا۔

"مجھے بازار سے مٹھائی لادیجئے۔" بچے نے اپنی جیب سے ایک پیسہ نکال کر حضرت شیخ کی طرف بڑھایا۔

آپ نے بچے سے کوئی تعرض نہیں کیا اور پیسہ لے کر مٹھائی لانے کے لئے آگے بڑھے، ابھی حضرت شیخ نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا ہوگا کہ دوسرے بچے نے آپ کو آواز دی۔

"میرے لئے بھی مٹھائی لیتے آئیے گا۔"

حضرت شیخ واپس لوٹے اور اس بچے کے پیسے بھی لے لئے، اس طرح چار پانچ بچوں نے یہی عمل دہرایا، حضرت سیدنا عبد القادر جیلانیؒ ہر بار واپس آئے اور بچے کے ہاتھ سے پیسے لے کر آگے تشریف لے جاتے آخر بچوں کے مطالبات ختم ہوئے آپ نے بازار جاکر مٹھائی خریدی اور تمام بچوں میں تقسیم کردی، ایسا کرتے وقت حضرت شیخ کی پیشانی مبارک پر ہلکی سی شکن تک نہیں تھی؛ بلکہ آپ بچوں کو دیکھ کر مسکرا دیتے تھے۔

یہ تھے سیدنا محی الدین عبد القادر جیلانیؒ جن سے غریبوں کے بچے نہ صرف بے تکلفانہ گفتگو کرتے تھے بلکہ بعض اوقات اپنے کام بھی کرا لیتے تھے۔

شکر گنج کی وجہ تسمیہ

حضرت بابا فرید الدین ایک بڑے کامل بزرگ گذرے ہیں، انہیں شکر گنج یا گنج شکر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے، یہ آپ کا لقب ہے مگر اس طرح کہ آپ کے اسم گرامی کا ایک حصہ بن کر رہ گیا ہے، بعض کتابوں میں شکر گنج" کی وجہ تسمیہ اس طرح بیان کی گئی کہ جب پہلی بار آپ کی والدہ نے آپ کو نماز کی تلقین کی تو فرمایا۔

فرزند! نماز ادا کیا کرو، اس سے اللہ راضی ہوتا ہے اور اپنے عبادت گزار بندوں کو بے شمار انعامات سے نوازتا ہے۔

حضرت فرید الدین مسعودؒ اس وقت بہت کم سن تھے، اس لئے مادر گرامی سے پوچھنے لگے۔ "جو بچے نماز پڑھتے ہیں انہیں اللہ کی طرف سے کیا انعام ملتا ہے؟"

مادر گرامی نے فرمایا: "نمازی بچوں کو پہلے شکر ملتی ہے، پھر جب وہ بڑے ہو جاتے ہیں تو اللہ انہیں دوسرے انعامات سے نوازتا ہے۔"

حضرت فرید الدین مسعودؒ والدہ محترمہ کی بات سن کر مطمئن ہو گئے، پھر جب وہ ادھر ادھر چلے جاتے تو آپ کی والدہ خاموشی سے مصلے کے نیچے شکر کی پڑیا رکھ دیتیں، حضرت بابا صاحب نماز ادا کرتے اور شکر کی صورت میں اپنا انعام پالیتے۔

یہ سلسلہ کئی ماہ تک جاری رہا، پھر ایک روز والدہ محترمہ گھریلو مصروفیات میں اپنا روز کا عمل بھول گئیں، دوسرے دن یاد آیا تو آپ نے اپنے فرزند کو بلا کر پوچھا۔

فرید! کیا کل تمہیں مصلے کے نیچے سے شکر ملی تھی؟ ان کے لہجے سے اضطراب نمایاں تھا۔

جی ہاں! مجھے ہر نماز کے بعد شکر مل جاتی ہے۔" حضرت بابا فریدؒ نے بصد احترام عرض کیا۔

بیٹے کی بات سنتے ہی آپ کی والدہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے وہ دل ہی دل میں اپنے اللہ کا شکر ادا کر رہی تھیں۔

"تو نے مجھے فرید کے سامنے شرمندہ ہونے سے بچالیا، اگر تیرا دست غیب اسے شکر فراہم نہ کرتا تو وہ میرے بارے میں کیا سوچتا؟" پھر انہوں نے بیٹے کو گلے سے لگایا اور نہایت محبت آمیز لہجے میں فرمایا: "میرا بیٹا فرید الدین مسعود گنج شکر ہے۔"

تصوف کی اکثر کتابوں میں یہی روایت درج ہے کہ جس روز آپ کی والدہ نے بابا فرید کو گنج شکر کہہ کر پکارا، اسی دن سے آپ کا یہ لقب مشہور ہوگیا۔

مجھے انسان کی تلاش ہے

حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ (۶۷۲-۶۰۲ھ) نے اپنی شہرہ آفاق کتاب مثنوی میں ایک دلچسپ اور سبق آموز حکایت لکھی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص دن کی روشنی میں چراغ ہاتھ میں لئے ہوئے بازار میں پھر رہا تھا، اسے اس حالت میں دیکھ کر ایک دوسرے شخص نے اس سے نہایت تعجب کے ساتھ کہا کہ دن کی روشنی میں تجھے چراغ کی ضرورت کیوں پیش آئی اور اسے اپنے ہاتھ میں لئے یوں بازار میں کس لئے تو گشت کر رہا ہے؟ اس آدمی نے جواب دیا مجھے انسان کی تلاش ہے، میں اس بازار میں ادھر اُدھر اور یہاں وہاں اسی کو ڈھونڈ رہا ہوں، سوال کرنے والے نے اس آدمی سے کہا کہ مجھے اس جواب پر سخت حیرت ہوئی، انسانوں سے تو یہ پورا بازار بھرا پڑا ہے اور تمہیں یہاں کوئی انسان نظر نہیں آتا----اس مرد دانا حق آگاہ نے کہا:

"اس بازار میں کوئی مرد نہیں ہے، صرف صورت مرد کی سی ہے، یہ سب روٹی، حرص و لالچ اور مختلف نفسانی خواہشات کے مارے ہوئے ہیں، اے مخاطب! اس بازار میں تو جن انسانوں کو دیکھتا ہے، یہ سب خصائل انسانیت اور آدمیت کے خلاف ہیں، یہ آدمی نہیں ہیں، صرف آدمیت کے غلاف میں نظر آرہے ہیں، آدمی کے لئے صفاتِ آدمیت ضروری ہیں، اگر عود جو خوشبودار لکڑی ہے اس میں خوشبو عود کی نہ ہو تو پھر اس میں اور عام ایندھن کی لکڑیوں میں کیا فرق ہے؟ ایسے عود بے خوشبو کو بھی ایندھن میں شمار کیا جائے گا، خوب اچھی طرح جان لو کہ آدمیت اور انسانیت گوشت اور چربی اور پوست (کھال) کا نام نہیں ہے، آدمیت ان صفات اور اخلاق و اعمال کا نام ہے جن سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرتے ہیں۔

ایک دلچسپ واقعہ

حضرت خواجہ حسن نظامیؒ نے اپنی کتاب آپ بیتی میں ایک دلچسپ واقعہ لکھا ہے کہ خواجہ صاحب لکھتے ہیں ۱۹۱۱ء میں پورٹ سعید سے بمبئی آرہا تھا، راستہ میں طوفان آیا اور افسران جہاز نے خطرہ کا اعلان کیا اور جان بچانے کی تدبیریں شروع کیں، میرے قریب چند عورتیں بیٹھی تھیں، وہ چیخ چیخ کر رونے پیٹنے لگیں، مجھے ہنسی آگئی؛ کیونکہ ان کا رونا کچھ اسی قسم کا تھا ایک عورت نے مجھ کو ہنستا دیکھ کر کہا تم کو اپنے مرنے کی خبر نہیں ہے جو ہنستے ہو، میں نے جواب دیا مجھے معلوم ہے کہ جہاز خطرہ میں ہے مگر میں ہنس کر مرنا چاہتا ہوں اور تم رو کر مرنا چاہتی ہو، مرنا دونوں کو پڑے گا، اس بے خوفی کا سبق مجھ کو دمشق میں ملا تھا، میں نے ایک بدو سردار کو ترکی پولس کے ہاتھوں مقید دیکھا، وہ سردار بہت بشاش اور بے فکر معلوم ہوتا تھا، میں نے پولس سے پوچھا یہ کون ہے اور اس کا جرم کیا ہے؟ اس نے کہا یہ مشہور ڈاکو ہے، اس نے ریل کی پٹریاں اکھاڑی تھیں اور ڈاکے بھی بہت مار چکا ہے، اب اس کو قتل کیا جائے گا، اب تو مجھے اور بھی تعجب ہوا کہ مرنے کو جاتا ہے اور خوش ہے، آخر پولس کی اجازت سے میں نے بدو سے پوچھا کہ تم خوش معلوم ہوتے ہو، شاید تم کو اپنے پھانسی پانے کی خبر نہیں ہے، بدو نے ہنس کر جواب دیا مجھے معلوم ہے کہ کل دوپہر کو اس سامنے والے پل پر موت کی رسّی میں لٹکایا جاؤں گا، مگر میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ خوشی کی ایک ساعت ہزار موتوں سے خریدی جائے تب بھی سستی ہے پھر میں کئی ساعت کی خوشی کو ایک موت کے ہاتھ کیوں فروخت کروں۔

صبر وعزیمت؛ کامیابی کی ضمانت

ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی

موجودہ دور کے ملکی و بین الاقوامی حالات کے تناظر میں معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم تاریخی واقعہ کو بطور تذکیر یاد کیا جانا امت مسلمہ کیلئے امید افزاء اور حوصلہ افزاء ثابت ہوسکتا ہے۔ حضور نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کا بعد از شرف نبوت کا تقریباً آخری پانچ سال کا زمانہ **فان مع العسر یسراً** (بیشک ہر تنگی کے ساتھ آسانی اور فراخی ہے) کا بہترین نمونہ ہے۔ اگر آج کے انتہائی صبر آزما، تشویشناک آزمائشوں سے بھرپور ظلم وستم سے معمور حالات میں ہم ان پانچ جدوجہد سے بھرے سالوں پر توجہ کریں تو ۷؍نبوی میں شعب ابی طالب کے محاصرہ اور مقاطعہ کے ۳؍سالوں کے بعد ۱۰؍نبوی کے عام الحزن (غم کے سال) میں حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد اسی سال دعوت دین کی خاطر طائف کا سفر اور وہاں پر پہونچائی گئی شدید اذیت وتکلیف کا سامنا ہوتا ہے۔ ان سخت آزمائشوں کے بعد طائف کے سفر سے واپسی پر پہلی خوشخبری کے طور پر انسانوں کے انکار کے مقابلہ پر جنوں کے اقرار کا واقعہ پیش آیا، اس واقعہ کے بعد اللہ پاک کی طرف سے آپ کو معجزہ شق القمر کا انعام عطا کیا گیا جسے ہم سفر معراج کے نام سے جانتے ہیں۔

قرآن پاک میں جب یہ اصول بتایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تمہارے لئے نمونہ ہے (الاحزب) تو امت مسلمہ پر لازم ہے کہ وہ ہر دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے رہنمائی حاصل کرے اور جاننے کے شدائد، آزمائش، اذیت اور بربریت کے ماحول میں آپ کا کیا رویہ تھا؟ آپ کے اوپر حالات کا وقتی اور مستقل کیا اثر ہوتا تھا، آپ حالات سے کیسے مقابلہ کرتے تھے؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار صحابہؓ کا رویہ اور کردار کیا ہوتا تھا؟ کیا ان کا رویہ جزع وفزع کا ہوتا تھا؟ بے صبری اور جلد بازی کا ہوتا تھا؛ اصولوں پر مصالحت یا مداہنت کا ہوتا تھا؟

نبوت کے ساتویں سال جب ہر طرح کی اذیت، دشنام طرازی، سازشی منصوبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عزم و ارادہ کے سامنے ناکام ثابت ہوتے تو مشرکین مکہ خیف بنی کنانہ میں اکٹھا ہوئے اور فیصلہ لیا کہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کا مکمل مقاطعہ کریں گے۔ اس مدت میں کوئی بھی مشرک ان دونوں قبیلوں سے خرید وفروخت نہیں کریں گے شادی و بیاہ نہیں کریں گے، نہ ان کے گھروں کو جائیں گے۔ اس معاہدہ کو لکھ کر خانۂ کعبہ میں لٹکا دیا گیا۔ حضرت ابو طالب کی سربراہی خاندان کے لوگوں کے ساتھ پہاڑی درّہ شعب ابو طالب میں مقید ہو گئے۔ خرید وفروخت نہ کرنے دینے سے کھانے کا سامان نہیں ملتا تھا۔ فاقہ کشی ہونے لگی۔ جنگلی پیڑوں کے پھل اور پتے کھانا پڑے۔ سوکھا چمڑہ ابال کر کھایا گیا۔ آنے جانے، ملنے جلنے کی پابندی ہوگئی۔ بچے بھوک سے بلبلا اٹھے۔ ان کی تکلیف دیکھ کر دیکھنے والے دوہری تکلیف میں مبتلا ہوتے۔ اس طرح تین سال کا وقفہ گزر گیا، اللہ کی مدد آئی اور وہ معاہدہ اللہ کے حکم سے دیمک نے کھالیا صرف اللہ کا پاک کا نام لکھا رہا۔ اتنی زبردست مسلسل آزمائش میں کس طرح اللہ پاک نے ان اصحاب کو صبر واستقامت پر قائم رکھا اور یہ اصحاب اپنے عہد پر قائم رہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے سپرد نہیں کیا۔ یہ سارے لوگ اہل ایمان نہیں تھے۔ کافی تعداد صرف قبیلائی عصبیت اور حمیت کی وجہ سے ایسا کر رہی تھی۔ دراصل یہ صبر وعزیمت کا رویہ ہی قیامت تک اہل ایمان کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ حق کو بغیر لاگ ولپیٹ کے، بلا کسی خطرہ، نقصان اندیشہ، کی پرواہ کئے بغیر حق کی حفاظت، حق کا اظہار، حق کی اشاعت کرتے رہنے سے اللہ کی مدد اہل ایمان کیلئے لازم ہو جاتی ہے۔ اللہ کا وعدہ پورا ہوتا ہے۔

قید وبند، مقاطعہ (بائیکاٹ)، بھوک پیاس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان حرمت والے مہینوں، خصوصاً ایام حج میں باہر آکر بیرونی وفود سے ملاقات کرتے اور ایمان کی دعوت دیتے تھے۔ معاہدہ ختم ہونے پر عبدالمطلب اور بنو ہاشم اپنی آبادیوں میں آگئے مگر دیمک کے ذریعہ پورا متن معاہدہ کھانے اور اس کی غیبی اطلاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزانہ طور پر دئے جانے کے بعد بھی ضدی اور ہٹ دھرم مشرکین انکار پر ہی جمے رہے۔

شعب ابی طالب سے آزاد ہوکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب نے دعوت وتبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد چچا حضرت ابوطالب کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی۔ مشرکین نے حضرت ابوطالب کے پاس پچیس افراد کا وفد عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف، ابوسفیان بن حرب اور قریش کے دوسرے بڑے لوگوں کو سربراہی میں بھیجا۔ انہوں نے ان سے کہا ”آپ کا ہمارے درمیان جو مرتبہ اور مقام ہے وہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ یہ آپ کے آخری دن ہیں۔ ادھر آپ کے اور ہمارے بھتیجہ کے درمیان جو معاملہ چل رہا ہے وہ آپ جانتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ انہیں بلائیں، ہم اور وہ ایک دوسرے کو قول دیں کہ ہم کو ہمارے دین پر چھوڑ دیں اور ہم ان کو ان کے دین پر چھوڑ دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ ”میں تمہیں ایک ایسا کلمہ بتا رہا ہوں جس کے اگر آپ قائل ہو جائیں گے تو عرب کا بادشاہ بن جائیں اور عجم آپ کے پیروں میں آجائے، تو آپ کی رائے کیا ہوگی؟“ یہ بات سن کر وہ حیرت زدہ ہوکر کہنے لگے بتاؤ وہ کلمہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا لا الٰہ والَّا اللہ کہو اور اللہ کے جس کو پوجتے ہو اسے چھوڑ دو۔ انہوں نے بوکھلا کر ہاتھ پیٹ کر تالیاں بجاتے ہوئے کہا کہ ہم سے ہمارے تمام خدا چھڑوانا چاہتا ہے۔ چلو اس کو چھوڑو اور اپنے خداؤں پر جم جاؤ۔ کچھ عرصہ میں چچا جان کا انتقال ہوگیا۔ یہ رجب ۱۰؍نبوی کا واقعہ ہے۔ حضرت ابوطالب کے انتقال کے صرف تین دن یا دو مہینہ بعد امّ المؤمنین حضرت خدیجہؓ بھی انتقال فرما گئیں۔ یہ ۱۰؍نبوی رمضان المبارک کا واقعہ ہے۔

اس وقت آپؓ کی عمر ۶۵؍سال تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۵۰؍سال تھی۔ پے در پے صدمہ اور آزمائش کے ان وقات کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت گہرا اثر ہوا۔ دنیا کے سب سے مضبوط، قابل بھروسہ سہاروں کو بھی چھین کر اللہ نے صرف اپنے سہارے کرلیا۔ نہایت مایوسی وصدمہ اور افسوس کی حالت کو سمجھا جا سکتا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ سے مایوس ہوکر مکہ سے سفر طائف کیا۔ جو مکہ سے ۱۳۰؍کیلومیٹر دور پرفضا اور خوشحال افراد کی بستی تھی۔ یہاں تھوڑا ٹھہر کر اگر ہم حضرت ابوطالب کی وفات کے بعد کے تکلیف، ظلم، طعن وتشنیع کے ماحول کو چشم تصور میں لاکر آج کے اسلام دشمن (Islamophobia) کے بین الاقوامی ماحول، پروپیگنڈہ اور سازشوں وتشدد پر لاگو کریں تو کسی درجہ میں سمجھ میں آسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس عظیم صبر وثبات کا مظاہرہ کر کے بے لاگ و لپیٹ مداہنت و سمجھوتہ کئے بغیر دعوت وتبلیغ کا فریضہ ادا کیا۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم راہ میں جا رہے تھے کہ کسی ظالم نے آپ کے سر پر خاک ڈال دی۔ آپ اسی حالت میں گھر آئے۔ آپؐ کی صاحبزادی آپ کا سر مبارک دھوتی جاتی تھیں اور ابا حضور کی یہ صورت دیکھ کر روتی جاتی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا باپ کی جان ایسے نہ روؤ اللہ تیرے بپ کو یوں نہیں چھوڑے گا۔ انہیں ایام میں ایک مرتبہ آپ صحن کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ سرداران قریش حلقہ جمائے بیٹھے تھے۔ نماز پڑھتے دیکھ کر کہنے لگے کہ کوئی اونٹ کی اوجھڑی لاکر اس کے گردن پر رکھ دے۔ چنانچہ ایک بدبخت نے یہ حرکت کردی، اس بوجھ سے آپ کی پیٹھ دب گئی۔ کسی نے حضرت فاطمہ بنت رسولؐ کو خبر دی وہ آئیں اور کسی طرح اس گندگی کو آپ سے دور کیا۔ ایک دوسرے واقعہ میں دوسرے بدبخت نے آپ کی گردن میں پھندہ ڈال کر چاہا کہ آپ کا گلا گھونٹ دے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ دوڑ کر آپ کی جان بچائی اور اس بدبخت کو کہا ”کیا ایک شخص کی جان صرف اس لئے لینا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔“

آج اگر اسی نبی کے ماننے والوں کو اپنے ایمان کی وجہ سے دنیا بھر میں نفرت پر مبنی تشدد (Hate Crimes) کا سامنا ہے؛ پبلک ٹرانسپورٹ میں بسوں اور میٹرو میں ان کو طعنہ دئے جا رہے ہیں؛ خواتین کے حجاب نوچے جا رہے ہیں۔ اسکولوں، کالجوں میں پریشان کیا جا رہا ہے، مساجد پر حملہ کئے جا رہے ہیں۔ ان سے بندوق کی نوک پر، لاٹھیوں کے زور پر مشرکانہ نعرہ لگوائے جا رہے ہیں، انہیں آگ میں ڈال کر جلایا جا رہا ہے اور یہ سب مشرق و مغرب میں ہو رہا ہے اور مغرب میں بھی ہو رہا ہے۔ ایک بار ایسے صبر آزما حالات میں رسول کے نمونہ پر غور کرنا ہوگا۔ انہیں کی طرف دیکھنا ہوگا کہ انہوں نے دعوت وتبلیغ کا کام چھوڑ دیا تھا؟ کیا انہوں نے کچھ لو اور دو (give and take) کے اصولوں پر عمل کیا تھا؟ اس کو جواب طائف کی دعوتی سفر میں ملتا ہے۔ جب آپ نے زید بن حارثہؓ کو لے کر وہاں کے سرداروں کو دین کی دعوت دی تو انہوں نے نہ صرف یہ کہ دعوت قبول نہیں کی بلکہ شہر کے اوباش آوارہ لڑکوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا دیا۔ وہ آپ کے پیچھے ایک طرح کی ماب لنچنگ (Moblynching) کرتے ہوئے شہر کے باہر تک آگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں امان کی جگہ پاکر اپنے زخموں سے چور جسم کو آرام دینے لگے۔ آپ کے نعلین مبارک خون کی وجہ سے چپک گئے تھے۔ اس موقع پر اللہ کی مدد ظاہر ہوئی، فرشتہ نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ آپ حکم کریں تو ان کو دونوں پہاڑوں کے درمیان پیس دیا جائے۔ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان کیلئے کیوں بددعا کروں ہوسکتا ہے یہ ایمان نہ لائیں مگر ان کی آنے والی نسلیں ایمان لائیں گی۔“ وہاں پر اللہ کے رسول نے جو دعا کی ہے وہ یاد رکھے جانے اور حوصلہ پانے کیلئے کافی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اپنی قوت کی کمی اپنی بے سروسامانی اور لوگوں کے مقابلہ اپنی بے بسی کی فریاد تجھی سے کرتا ہوں، تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ درماندہ بیکسوں کا پروردگار تو ہی ہے، تو ہی میرا مالک ہے، تو مجھے کس کے حوالہ کرتا ہے کیا اس بیگانہ دشمن کے جو مجھ سے ترش روئی رکھتا ہے یا ایسے دشمن کے جو میرے معاملہ پر قابو رکھتا ہے۔ اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں ہے تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ بس تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسعت رکھتی ہے۔ میں اس بات کے مقابلہ میں کہ تیرا غضب مجھ پر پڑے یا تیرا عذاب مجھ پر وارد ہو تیرے ہی نور جمال کی پناہ چاہتا ہوں، جس سے سارے اندھیرے روشن ہو جاتے ہیں، جن کے ذریعہ دین ودنیا کے تمام معاملات سنور جاتے ہیں، مجھے تیری خوشنودی اور رضامندی کی طلب ہے، بجز تیرے کہیں سے طاقت اور قوت نہیں مل سکتی“ طائف کی مایوسی کے بعد قرن الثعلب میں جبرئیل اور فرشتہ جبال کی آمد کی شکل میں پہلا انعام غیبی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بہت بڑا وجہ سکون بنا۔ آپ مکہ کی طرف چلے، نخلہ کی گھاٹی میں ٹھرے، یہاں آپ کچھ دن ٹھرے رہے۔ ایک رات میں اللہ کا دوسرا انعام جنوں کے ٹولہ کے ذریعہ رسول کی تلاوت قرآن سے متاثر ہوکر قبول اسلام کی شکل میں ملا۔ جس کا ذکر سورہ جن میں موجود ہے ”سورہ جن میں کہا گیا“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے یہ قرآن سنا جو سیدھی رہنمائی کرتا ہے، ہم اس پر ایمان لے آئے۔ ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کر سکتے۔ (سورہ جن) اللہ کے انعام اور تسلی اور ڈھارس کی یہ صورت بھی تھی کہ جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کا انتقال پر ملال ہوا اسی سال کے قریب آپ کے دو نکاح حضرت سودہ بنت زمعہ اور حضرت عائشہؓ سے ہوا۔

اگر ہم واقعات کی زمانی ترتیب کو دھیان میں رکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آزمائش اور مدد وانعام ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ آکر آس پاس کے قبیلوں بنو عاسر، محارب، عنان، مرہ، حنیفہ، سلیم، بنو نضر، کندہ، حارث بن کعب وغیرہ کو دعوت دین دی۔ ان میں سے اکثر نے دعوت پر لبیک نہیں کہا، مگر انفرادی طور پر قابل ذکر ہستیوں عقیل بن عمر دوسیؓ، حماد ازدیؓ، ابوذر غفاریؓ، اور نوید بن صامتؓ نے اسلام قبول فرمایا۔ ۱۰یا۱۱؍نبوی میں اللہ کی مدد ایک معجزہ کی شکل میں آئی۔ جب عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کے مطابق ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں تھے، حضورؐ نے فرمایا کہا گواہ رہو چاند کا ایک ٹکڑا پھٹ کر جبل ابوقبیس کی طرف جا رہا ہے، یہ معجزہ بہت صاف تھا، اہل قریش نے اسے واضح طور پر بہت دیر تک دیکھا، آنکھیں رگڑ رگڑ کر دیکھا، مگر ایمان نہیں لائے اور کہا یہ چلتا ہوا جادو ہے اور سچ تو یہ ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے۔ مگر کیا وہ سارے لوگوں پر جادو کر سکتے ہیں؟ باہر سے آنے والوں کو آنے دو ان سے معلوم ہو جائے گا کہ کیا انہوں نے بھی اس کا مشاہدہ کیا ہے؟ باہر سے آنے والوں نے بھی تصدیق کی مگر بدقسمت پھر بھی ایمان نہیں لائے۔ اور اپنی انکار کی روش پر چلتے رہے۔ **فان مع العسر یسراً** کے اصول کے تحت طائف کو لبیک کہنے کی سعادت نہیں ملی تو ۱۱؍نبوی میں ہی یثرب کے اوس وخزرج کے خوش قسمت افراد کو لبیک کہتے اور **طلع البدر علینا من ثنیات الوداع** کے نغمہ کی بنیاد ڈالنے کا شرف نصیب ہوا۔

دارالعلوم دیوبند اور اردو زبان

ڈاکٹر فاروق اعظم قاسمی

۱۸۵۷ء کی ہزیمت کے بعد دارالعلوم دیوبند اسلامیانِ ہند کے لیے نشأۃ ثانیہ ثابت ہوا اور اس عرصے میں اس نے اپنی دینی، علمی، قومی اور ملی خدمات کی بنا پر دنیا بھر میں شہرت و مقبولیت حاصل کی۔ بلا شبہ قیام دارالعلوم دیوبند کا مقصد مسلمانوں کے بکھرے ہوئے شیرازے کو یکجا کرنا اور اسلامی تشخص کے ساتھ مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانا تھا جس میں اسے کامیابی ملی لیکن اسی کے متوازی دارالعلوم نے بہت سے ایسے کارنامے بھی انجام دیے جس کے لیے وہ معروف نہیں ہے۔ یہ امر مبنی بر حقیقت ہے کہ اس عظیم ادارے نے زبان و ادب کے میدان میں بھی غیر معمولی کردار ادا کیا ہے بطور خاص اردو زبان کی توسیع و ترویج اور تحفظ و بقا کی خاطر اس کی شعوری کوششوں سے اردو زبان کا کوئی بھی انصاف پسند مورخ انکار نہیں کرسکتا، لیکن افسوس ہنوز ایسے مورخ کا انتظار باقی ہے۔

اہلِ نظر اس نقطے سے بخوبی واقف ہیں کہ کوئی بھی زبان ایک دن میں زبان نہیں بن جاتی۔ اس کے پیچھے صدیوں کا وقت درکار اور کروڑوں انسانی اذہان کی مشترکہ جد و جہد کارفرما ہوتی ہے۔ انسانی ضروریات کے پیشِ نظر اشارات کا صوتیات میں اور صوتیات کا لفظیات کے روپ میں ڈھل کر مسندِ قرطاس پر براجمان ہونے کا نام زبان ہے۔ زبان کی حیثیت درخت کے تنے کی سی ہے اور ادب اس کی شاخیں، پتے اور پھول و پھل ہے۔ جب تک کسی زبان کی بنیاد مضبوط نہیں ہو جاتی اس وقت تک ادب کا تصور محال ہے، اس لیے زبان کا درجہ ادب سے مقدم ہے۔

دلی کالج کے دو فاضل اور مولانا مملوک علی نانوتویؒ کے شاگرد سر سید احمد مرحوم اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے دو الگ الگ ادارے قائم کیے۔ بظاہر دونوں اداروں کی نوعیت تعلیمی تھی اور دونوں کے بنیادی مقاصد بھی تقریباً ایک تھے یعنی مسلمانوں کو ہر طرح کی پسماندگی سے باہر نکالنا، خواہ دینی، تعلیمی پسماندگی ہو یا معاشی یا پھر کسی حد تک سیاسی بھی۔ البتہ منزل تک پہنچنے کے راستے دونوں کے الگ الگ تھے۔ دونوں کے طریقہائے کار اور ترجیحات میں فرق تھا۔ جس طرح علی گڑھ کی اسلامی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اسی طرح دیوبند کے لسانی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ دیوبند کا دائرہ کار بہت وسیع ہے۔ دین و مذہب اور اسلامی علوم کی ترویج و اشاعت کے ساتھ ساتھ سماج و سیاست کے باب میں بھی اس ادارے کی نمایاں کارکردگی رہی ہے۔ اس سلسلے میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، مولانا محمد میاں منصور انصاریؒ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، محدثِ عصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، مفتی محمد شفیع عثمانیؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، مفتی کفایت اللہؒ، علامہ سید مناظر احسن گیلانی، مولانا سعید احمد اکبرآبادی، مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ، مولانا منت اللہ رحمانیؒ، قاری محمد طیب قاسمیؒ اور قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ وغیرہ کے نام انتہائی روشن اور قابلِ ذکر ہیں۔

اردو ذریعۂ تعلیم: دیوبند اور اس سے ملحق مدارس جن کی تعداد اس وقت تین ہزار ہے۔ اول روز سے ان تمام مدارس کا ذریعۂ تعلیم اور دفتری زبان اردو ہی ہے۔ دارالعلوم دیوبند کی جملہ تحریری کاروائی آغاز سے آج تک اردو ہی میں ہوتی ہے۔ کتب خانہ، محاسبی، دفترِ تعلیمات اور دیگر دفاتر کے سرکلر، تمام اعلانات اور الف سے یا تک تمام کاغذی کاروائی اردو زبان ہی میں ہوتی ہے۔ اسی طرح سہ ماہی، ششماہی، سالانہ اور داخلے کے امتحانات پھر ان کے تمام سوالات کے پرچے اردو زبان ہی میں ہوتے ہیں۔ اسی کے ساتھ دارالعلوم کی سینکڑوں صوبائی و ضلعی انجمنوں کی پنچانوے فی صد سرگرمیاں اردو ہی میں انجام دی جاتی ہیں۔ ان انجمنوں کی سرگرمیوں کی تین بنیادی شاخیں ہوتی ہیں: ہفتہ وار تقریری پروگرام، مطالعہ (لائبریری) اور دیواری پرچے۔ اردو زبان کی قرأت کے حوالے سے بات کی جائے تو یونیورسٹیوں کے مقابلے میں بہت حوصلہ افزا ہے۔ دارالعلوم میں اردو زبان کا استعمال اس طرح ہوتا ہے کہ یہاں نوے فی صد سے زائد اخبارات و رسائل اردو زبان ہی کے پڑھے جاتے ہیں۔ ممکن ہے دہلی سے شائع ہونے والے بعض اردو اخبارات آپ کو دہلی میں نہ ملیں یا تاخیر سے ملیں لیکن دیوبند، بطورِ خاص دارالعلوم کے ارد گرد دکانوں پر بعد فجر علی الصباح اردو کے تمام معروف اخبارات آپ کو دستیاب ہوں گے۔ لطف کی بات یہ بھی ہے کہ بیشتر اساتذہ اور طلبہ اخبار خرید کر پڑھتے ہیں۔

اردو کا عام استعمال: کسی بھی زبان سے محبت اور اسے ترویج دینے کا اندازہ اس زبان میں تعلیم و تعلم کے ساتھ عوامی مقامات سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ چناں چہ دیوبند کے سائن بورڈ کی زبان، مختلف پروگراموں کے بینرز کی زبان، اساتذہ کے ناموں کی تختیوں (نیم پلیٹس) کی زبان، سڑکوں کے ناموں کی زبان اور مزاروں کے کتبوں کی زبان اردو ہی ہے۔ اسی کے ساتھ یہاں کے کلینڈر، مُہر، شادی اور دیگر تقریبات کے دعوت نامے بھی اردو زبان میں ہوتے ہیں۔ سوشل میڈیا پر بھی دیوبند کے بہت سے فضلا موجود ہیں۔ نیوز پورٹل، بلاگ، ٹیوٹر، فیس بک اور واٹس ایپ وغیرہ پر بڑی خوش اسلوبی سے اردو کا استعمال ہو رہا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ یہ حضرات بغیر کسی حجاب اور جھجھک کے اردو کی اس خدمت میں مصروف و منہمک ہیں۔ اردو زبان سے دیوبند کے لگاؤ کی انفرادیت یہ بھی ہے کہ دیوبند نے اردو کی جو خدمت کی یا کر رہا ہے اس کی بنیاد صلہ و ستائش کے بجائے خلوص پر ہے۔ اردو سے دیوبند کا یہ تعلق کسی مجبوری کی بنیاد پر نہیں بلکہ اختیاری اور شعوری ہے۔ یہاں کے فضلا اردو شان سے بولتے ہیں نہ کہ لاجے شرمے۔ یہاں اردو دانوں کے بیچ اردو پروگراموں میں اردو موضوع پر اگر گفتگو کا موقع ہوتا ہے تو اردو زبان ہی میں گفتگو کی جاتی ہے نہ کہ انگلش یا کسی اور زبان میں۔ مولانا عبدالحمید نعمانی نے بڑی اچھی اور سچی بات کہی ہے: ”مدارس میں کم از کم یہ تضاد دیکھنے میں نہیں آتا ہے کہ اردو والے کے سامنے کسی اور زبان میں اظہارِ خیال کیا جائے۔ خالص اردو کے فروغ کے لیے قائم اداروں کے پروگراموں میں انگریزی و دیگر زبانوں میں تقریر یا مقالے کی خواندگی پوری سعادت مندی سے کی جارہی ہے۔“ (ماہنامہ ’اردو دنیا‘ نئی دہلی، مئی ۲۰۱۳ء، ج:۱۵، ش:۵) اردو زبان کو ذریعۂ تعلیم بنانے ہی کا صدقہ ہے کہ دیوبند نے جہاں اردو کو ہر لمحے اپنے ساتھ رکھا اسی طرح ملکی و عالمی سطح پر بھی اس زبان کی آبیاری کی۔ ملک کے طول و عرض اور ایسے خطے سے آنے والے طلبہ جن کی مادری زبان اردو نہیں ہوتی تھی انھیں بھی دیوبند نے اردو زبان کا عمدہ تحفہ عطا کیا۔ تعلیم کا میڈیم جو زبان ہوتی ہے اس کی ترقی کی رفتار یا اس کی ترویج و اشاعت کے امکانات کس قدر روشن ہوتے ہیں، اس نکتے کو سمجھنا موجودہ عہد میں زیادہ مشکل نہیں۔

اردو کی قومی حیثیت: دارالعلوم کی شہرت و مقبولیت کے پیشِ نظر ملک کے گوشے گوشے سے تشنگانِ علم و معرفت جوق در جوق یہاں آنے لگے۔ یہ طلبہ اپنی مادری زبان: بنگلہ، تمل، ملیالم، کنڑ، تلگو، کشمیری، اڑیا، گجراتی، آسامی، اور مراٹھی وغیرہ بولنے کے باوجود دیوبند سے اچھی خاصی اردو سیکھ کر جاتے بلکہ اس میں مہارت پیدا کر کے اپنے وطن لوٹتے پھر اردو کی روشنی ان علاقوں میں پھیلے بغیر نہ رہتی۔ آج اگر ان علاقوں میں اردو بولنے یا سمجھنے والے ہیں تو اس میں ایک بڑا حصہ دیوبند کا بھی ہے۔ اس سلسلے میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ’بہشتی زیور‘ کا ذکر کیے بغیر بھی بات نہیں بنتی۔ حضرت تھانوی کی یا ان کی نگرانی میں تیار کردہ، مسلم خواتین کا یہ ایک معروف و مقبول انسائیکلوپیڈیا ہے۔ ملکی سطح پر ہی سہی اردو زبان کی توسیع و ترقی میں اس کتاب کا بھی بڑا اہم رول رہا ہے۔ اسے بیٹیوں کو جہیز میں دینے کو عقیدت مندی کا نام تو دیا جا سکتا ہے لیکن اپنے مشمولات کے پیشِ نظر اردو زبان میں مسلم عورتوں کی روزمرہ کی ضروریات کے بطور بلاشبہ یہ ایک انمول تحفہ ہے اور گزشتہ ایک سو بیس بائیس برسوں سے اس خدمت پر بلا کسی وقفے کے مامور ہے۔ اس کتاب کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کا آغاز اردو کے حروف تہجی سے ہوتا ہے تاکہ جو اردو سے ناواقف بھی ہو تو اردو سیکھ کر اس کتاب سے فائدہ اٹھا سکے۔ بہشتی زیور کے بارے میں عارف اقبال لکھتے ہیں: ”بہشتی زیور (۱۳۲۰ھ) نسائی ادب میں بلاشبہ اپنے وقت کی اہم کتاب ہے جو تقریباً ۱۱۶ ر برس قبل شائع ہوئی تھی جس کی اشاعت تسلسل کے ساتھ آج تک ہو رہی ہے۔ اس کتاب کو اپنے عہد کی خواتین کا انسائیکلوپیڈیا کہا جاسکتا ہے۔“ (سہ ماہی ’اردو بک ریویو‘ دہلی، اپریل تا ستمبر ۲۰۱۳ء، مشترک شمارہ)

حضرت تھانویؒ کے علاوہ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، کا ترجمہ قرآن (مدینہ پریس بجنور، 1923) مفتی شفیع عثمانیؒ کی تفسیر ’معارف القرآن‘ (1972 کراچی) مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کی ’تفسیر ثنائی‘ (1895)، مولانا منظور نعمانیؒ کی ’اسلام کیا ہے؟‘ (1952) مفتی کفایت اللہؒ کی تعلیم الاسلام اور مولانا محمد میاں دیوبندیؒ کی ’دینی تعلیم کا رسالہ‘ وغیرہ انتہائی مقبولِ عام و خاص ہیں۔ ان سب کی زبان اردو ہی ہے اور گزشتہ نصف یا نصف صدی سے زیادہ عرصے سے شائع ہو رہی ہیں اور تا حال جاری و ساری ہیں۔ اسی طرح دیوبند کی تاسیس کے چند سال بعد ہی یہاں بیرونِ ممالک سے بھی طلبہ کی آمد شروع ہوگئی تھی۔ دارالعلوم میں قیام کے دوران نہ صرف یہ کہ وہ طلبہ اردو بولنا سیکھ جاتے بلکہ اس زبان کے عمدہ خطیب، بہترین قلمکار اور غیر اردو داں بستیوں میں اس زبان کی تبلیغ کا شاندار کارنامہ بھی انجام دیتے اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ دارالعلوم میں اردو کے ذریعۂ تعلیم ہونے کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہوا بقولِ حقانی القاسمی: ”دیگر لسانی معاشروں سے تعلق رکھنے والے بھی اردو زبان میں ہی تعلیم پاتے، چاہے ان کا تعلق برمی، بنگلہ، کنڑ، تمل، تلگو، گجراتی، مراٹھی زبان سے ہو مگر مدارس کے طلبہ اردو زبان کے ذریعے ہی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔“ (ماہنامہ ’اردو دنیا‘ نئی دہلی، مئی ۲۰۱۳ء، ج:۱۵، ش:۵) دارالعلوم دیوبند نے اپنے قیام کے چند برسوں بعد ہی مرکزیت حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کرلی تھی اور ملک و بیرون ملک کے تشنگانِ علم و معرفت بڑی تیزی سے دیوبند آنے لگے تو ابتدا میں کتابوں کی ضرورت کی تکمیل دہلی اور لکھنؤ سے ہوتی رہی لیکن طلبہ کی روز افزوں بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر درسی و غیر درسی کتابوں کی ضرورت بھی شدت سے محسوس کی جانے لگی۔

اردو کے اشاعتی ادارے: اسی احساسِ ضرورت کی تکمیل کی غرض سے ابتدا میں مفتی شفیع عثمانیؒ نے ’دارالاشاعت‘ اور حضرت نانوتوی کے پوتے مولانا محمد طاہر قاسمی نے ’مطبع قاسمی‘ کی بنیاد ڈال کر اشاعتی حوالے سے اردو کی ترویج و توسیع کا غیر معمولی کارنامہ انجام دیا۔ پھر یکے بعد دیگرے کئی اشاعتی ادارے فضلائے دیوبند کے ہاتھوں قائم ہوئے اور اس سلسلے میں حیرت انگیز ترقی ہوئی۔ اسی کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ آزادیٔ ہند کے بعد دیوبند کے اشاعتی کتب خانوں کے ساتھ ان کے مالکان نے اپنے اپنے چھاپے خانے اور پریس بھی قائم کیے۔ مولانا شوکت خان کا ’نیشنل پریس‘، مولانا شوکت دیوبندی کا ’آزاد پریس‘ اور قاضی انوار کا ’محبوب پریس‘ انتہائی قابلِ ذکر ہیں۔ ایسے ہی مولانا راشد عثمانی کا ’راشد اینڈ کمپنی‘، مولانا محمد سالم قاسمی کا ’ادارۂ دینیات‘، مولانا اسحاق دیوبندی کا ’کتب خانہ رحیمیہ‘، مولانا نعیم دیوبندی کا قائم کردہ ’کتب خانہ نعیمیہ‘، مولانا سید احمد کا ’کتب خانہ اعزازیہ‘ اور مولانا عامر عثمانی کا ’مکتبہ تجلی‘ وغیرہ کا شمار دیوبند کے اولین اشاعتی اداروں میں ہوتا ہے، نہ صرف یہ کہ ان اداروں کو تقدم حاصل ہے بلکہ اپنی کثرتِ اشاعت اور طویل مدتی خدمات کے لیے بھی معروف ہیں۔ موجودہ عہد میں مولانا ندیم الواجدی کا یاسر ندیم پریس اور فیصل مہدی صاحب کا یونین پریس بھی اہمیت کا حامل ہیں۔ اس وقت خاص طور پر مولانا ندیم الواجدی کا ’دارالکتاب‘، مولانا صدر الزماں قاسمی کا ’کتب خانہ حسینیہ‘ اور مولانا سید شاداب حسین قاسمی کا ’اتحاد بک ڈپو‘ اپنی منصوبہ بندی کے ساتھ کتابوں کے معیار اور کثرتِ اشاعت کے لیے مدارس کے حلقوں میں خاصا مشہور ہیں۔ کچھ فضلا ایسے بھی ہیں جنھوں نے محض اپنی کتابوں کی اشاعت کے لیے کتب خانے قائم کیے۔ ایسے اداروں میں مولانا قاری رفعت قاسمی کا ’مکتبہ رضی‘ ’مولانا نور عالم خلیل امینی کا ’ادارہ علم و ادب‘، مولانا عبداللہ جاوید کا ’ادارۂ اسلامیات‘، مولانا انظر شاہ کشمیری کا ’بیت الحکمت‘ مولانا جمال کا ’مکتبہ جمال‘، مولانا حسین احمد ہردواری کا ’مکتبہ الاطہر‘ اور مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کا ’مکتبہ البلاغ‘ وغیرہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ کچھ ادارے ایسے بھی ہیں جہاں سے مالکانِ ادارہ کی کتابوں کے ساتھ دیگر کتابیں بھی شائع ہوتی ہیں۔ ایسے اشاعتی کتب خانوں میں مفتی سعید احمد پالن پوری کا ’مکتبہ حجاز‘، مفتی امین پالن پوری کا ’کتابستان‘، قاری ابوالحسن اعظمی کا ’مکتبہ صوت القرآن‘، مولانا جمیل احمد سکروڈوی کا ’مکتبہ البلاغ‘ مولانا ساجد قاسمی کا دالمنار، مولانا عبدالقدوس قاسمی کا ’دارالمعارف‘ اور مفتی محمد یوسف تاؤلوی کا ’مکتبہ محمود‘ قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ مکتبہ ملت، زمزم بک ڈپو، مکتبہ مدنیہ، دارالاشاعت، سنابل کتاب گھر وغیرہ کے مالکان بھی دیوبند ہی کے فضلا ہیں۔ ان اداروں کے علاوہ اور بھی کئی کتب خانے بہت اہم ہیں ان میں، زکریا بک ڈپو، مکتبہ تھانوی اور فیصل پبلی کیشنز بڑی شہرت رکھتے ہیں ان کا بھی بالواسطہ یا بلا واسطہ رشتہ دارالعلوم سے ضرور ملتا ہے۔ دارالعلوم کے بھی اپنے دو اشاعتی ادارے ہیں ایک ’مکتبہ دارالعلوم‘، دوسرا ’شیخ الہند اکیڈمی‘ (یہ دراصل دارالعلوم کا ایک تحقیقی اور تربیتی شعبہ ہے۔ ان تمام اشاعتی اداروں سے شائع ہونے والی کتابوں کا اسی فی صد یا اس سے بھی زائد حصہ اردو زبان میں ہوتا ہے۔

ہاں یہ حقیقت ہے کہ تقریباً ستر فی صد کتابوں کا تعلق درسیات (مدارس) سے ہوتا ہے اور تیس فی صد میں علمی، تاریخی، سوانحی، اصلاحی اور ادبی موضوعات سے متعلق کتابیں ہوتی ہیں۔ ادبی کتابوں میں سب سے زیادہ غیر افسانوی نثری کتابیں شائع ہوتی ہیں۔ مثلاً: سوانح و سیرت، سفرنامے، خاکے اور مکتوبات۔ اس کے بعد شعری مجموعوں کا نمبر آتا ہے اور افسانہ، ناول اور ڈرامے سے متعلق کتابوں کی اشاعت ایک آدھ فی صد ہی ہو پاتی ہے۔ ان مطابع اور پریسوں اور اشاعتی اداروں نے اردو کتابیں چھاپ کر ملک و بیرونِ ملک کے چپے چپے تک پہنچانے کا جو عظیم کام انجام دیا ہے اسے فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔

جہیز: ہندوستانی سماج کے لیے بدنما داغ

نمیتا بھنڈارے، ہندوستان ٹائمز ۵؍ مارچ ۲۰۲۱ء (ترجمہ: محمد عادل فریدی)

ہم جلد ہی ایک اور بین الاقوامی یوم خواتین کا جشن منانے والے ہیں (۸؍مارچ بین الاقوامی یوم خواتین کے طور پر منایا جاتا ہے) اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ جنسی مساوات کے سلسلہ میں ہماری کچھ حصولیابیاں ہیں، جن کا جشن ہم اس موقع پر منا سکتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی اس موقع پر ہمیں یہ بھی غور کرنا چاہئے کہ عورتوں کے حقوق کے سلسلہ میں کتنا سفر ہم نے اب تک طے کیا ہے اور کتنی معمولی تبدیلی اب تک پیدا کرسکے ہیں۔

اس کا نام عائشہ تھا، ۲۳؍سال کی تھی، بینک میں نوکری کرتی تھی، پڑھائی بھی کر رہی تھی، ماسٹر ڈگری کمپلیٹ کرنے والی تھی، کہ اچانک سابرمتی ندی میں کود کر اس نے اپنی زندگی ختم کرلی، پولیس نے اس کے شوہر عارف محمد خان کو گرفتار کرلیا ہے، جس نے اس کے ساتھ ۲۰۱۸ء میں شادی کی تھی، اس پر اپنی بیوی کو خودکشی کے لیے اکسانے اور مجبور کرنے کا الزام عائد کیا گیا ہے۔

رشیکا جین ۲۵؍سال کی تھی، ایک سال پہلے اس کی شادی ایک بڑے کاروباری کشال اگروال سے راجستھان کے جودھ پور میں بڑے دھوم دھام سے ہوئی تھی، شادی کے لیے بہت ہی عالیشان تقریب منعقد کی گئی تھی، ۱۶؍فروری کو اس نے اپنی سسرال علی پور کولکاتا میں تیسری منزل سے چھلانگ لگا کر خودکشی کرلی۔ پولیس نے اس کے شوہر کشال اگروال کے خلاف ایف آئی آر درج کی ہے۔ ان دونوں معاملوں میں لڑکی کے گھر والوں نے لڑکی شوہر اور اس کے گھر والوں پر جہیز کے لیے دباو بنانے اور پریشان کرنے کا الزام لگایا ہے۔

ہندوستانی سماج میں شادیاں مہنگی سے مہنگی ہوتی جارہی ہیں، اب تو شادی بھی بازار کا حصہ بن چکی ہے، ویڈنگ پلاننگ اور میرج مارکیٹ کے نام سے کروڑوں کا بزنس ہو رہا ہے، صارفیت پسندی اور لبرلائزیشن کے بعد کی معیشت اب میرج مارکیٹ کے نام سے دھندے کر رہی ہے، شادیوں کی عظیم الشان تقریبات، ڈیزائنر جویلری بینڈ باجے، ڈی جے والے بھیا اب تو چھوٹے شہروں اور دیہاتوں میں بھی عام ہوگئے ہیں۔ ان سب کا خرچہ لڑکی کے گھر والوں کو اٹھانا پڑتا ہے، کیوں کہ یہ تو ''رواج'' ہے، کرنا تو پڑے گا ہی، چاہے لڑکی والوں کا جو بھی حشر ہو۔ اس کے ساتھ تحفے تحائف، کپڑے، فرنیچر، الیکٹرونکس، کراکری اور نہ جانے کیا کیا، سماجی دباؤ میں دی جانے والی ان چیزوں اور صریح مطالبوں سے آپ اپنے آپ کو کیسے الگ رکھ سکتے ہیں۔ چھ دہائیوں پہلے ۱۹۶۱ء میں ڈاوری پروہیبیشن ایکٹ (جہیز مخالف قانون) بنا تھا، لیکن اس کے باوجود جہیز کا اثر ورسوخ تا ہنوز اسی طرح جاری ہے، بلکہ پہلے سے کہیں زیادہ بڑے پیمانے پر، یہ پورے ملک کے لیے قومی شرم کی بات ہے۔ ۲۰۱۹ء کی نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو کی رپورٹ میں پیش کردہ اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ ہندوستان میں ہر چار منٹ میں ایک خاتون جہیز کے لیے اپنے شوہر اور سسرال والوں کے ظلم وستم کا شکار ہوتی ہے۔ ہر ۶۳؍منٹ میں جہیز کے لیے ایک خاتون قتل کردی جاتی ہے۔ یعنی ہر دن ۲۳؍لاشیں جہیز کی بھینٹ چڑھتی ہیں۔ کیا آپ کو یاد ہے کہ آپ نے اس کے خلاف پچھلا عوامی احتجاج ومظاہرہ کب دیکھا تھا؟ کیا جہیز کے خلاف لوگوں کا غم وغصہ سڑکوں پر کبھی دکھائی دیتا ہے؟ ایسا لگتا ہے کہ یہ تو ہمارے روزمرہ کے معمولات کا حصہ ہوچکا ہے، جس پر ہم کبھی اپنا ردعمل بھی ظاہر نہیں کرتے۔

۱۹۸۰ء کی دہائی میں جب کچن مرڈر (باورچی خانے میں قتل) کے واقعات عروج پر تھے، دو ماؤں ستیہ رانی چڈھا اور شاہجہاں آپا نے ایک ذاتی المیہ یعنی اپنی بیٹیوں کے قتل کے معاملہ کو عوامی معاملہ میں تبدیل کردیا، اور ان کی جدو جہد کی بنیاد پر قانون میں تبدیلی ہوئی۔ ۲۰۱۴ء تک، عوامی ہمدردی ختم ہوگئی اور عدالت عظمیٰ نے دفعہ 498A کو ظالمانہ سیکشن کے نام سے موسوم کیا، یعنی ایسی شقیں جو ناراض بیویوں کی ڈھال کے بجائے ہتھیاروں کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔ یہ بات صحیح ہے کہ اس سیکشن کا بعض مرتبہ غلط استعمال اپنے شوہر سے ناراض اور غیر مطمئن بیویوں کے ذریعہ کیا جاتا ہے، مردوں کے حقوق کے علم بردار قانون کی اس دفعہ کے متعلق تو خوب آزادی کے ساتھ بولتے ہیں، لیکن بات جب جہیز کی آتی ہے تو ان کی زبانوں پر تالے لگ جاتے ہیں۔ جہیز ایک ایسا مسئلہ ہے جس کو ہر شخص نے حتی کہ حکومت اور سماجی کارکنان نے بھی بھلا دیا ہے۔ عائشہ کی خودکشی کے واقعہ نے اس خاموشی کو توڑا ہے، حیدرآباد کے ممبر آف پارلیامنٹ اسدالدین اویسی نے کھل کر اس کے بارے میں بات کی اور اپیل کی کہ خواہ آپ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں میں ہر ایک سے گذارش کرتا ہوں کہ جہیز کے اس لالچ کو ختم کیجئے۔ یہ اچھی بات ہے کہ صنفی ایجنڈا کی بحث میں جہیز کو شامل کیا جارہا ہے۔ ایک سروے رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ جن صوبوں میں جہیز کے لیے قتل کا تناسب زیادہ ہے وہاں صنفی تناسب میں بھی سب سے زیادہ کمی ہے۔ دوسرے لفظوں میں، بہار اور اتر پردیش جیسی ریاستوں میں جہاں جہیز عروج پر ہے، بچی پیدا کرنا معاشی لحاظ سے نقصان کا سودا سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ ماں کے پیٹ میں بچیوں کے قتل کی بڑی وجہ بنتا ہے۔

بین الاقوامی یوم خواتین کے جشن کے دن کاش ہم اپنے سماج کا جائزہ لیں اور اس سماجی برائی کے خاتمے کا عہد کریں۔

ملک کے حقیقی مسائل اور سوشل میڈیا

رویش کمار، این ڈی ٹی وی انڈیا ۲۶؍ فروری ۲۰۲۱ء (ترجمہ: محمد عادل فریدی)

ہندوستان کے نوجوان ہمیشہ ہی مایوس کردیتے ہیں، ان سے امید تھی کہ وہ نریندر مودی کرکٹ اسٹیڈیم کو لے کر ڈبیٹ میں ڈوب جائیں گے، لیکن وہ نوکری پر ڈبیٹ کی مانگ کرنے لگے۔ بھارت انگلینڈ ٹیسٹ میچ کے دوسرے دن کا کھیل شروع ہونے سے پہلے ان نوجوانوں نے نوکری کی بات شروع کردی۔ کوئی انہیں بتائے کہ ارے بھائی یہ نوکری مانگنے کا کوئی وقت ہے، کیا ہندو مسلم ڈبیٹ کو ایسے ہی چھوڑ دو گے؟ آپ بھی سوچئے کہ ہندوستانی نوجوانوں کو آخر کون سا ٹاپک دیا جائے جس سے وہ روزگار کے سوال سے بھٹک جائیں۔ اس میں قصور نوجوانوں کا نہیں ہے، ان کے رشتے داروں کے وہاٹس ایپ گروپ کا ہے۔ جن کا کام روزانہ چین اور پاکستان کو ہرانے کے بعد بھارت کے وشوگرو بن جانے کا ڈوز سورج نکلنے سے پہلے بھیج دینا ہوتا ہے۔ آپ کسی سے بھی پوچھئے، وہ رشتے داروں کے وہاٹس ایپ گروپ سے پریشان ہے، سیاسیات کے پروفیسروں اور ریسرچروں کو رشتے داروں کے وہاٹس ایپ گروپ اور فرقہ وارانہ شہریت کی گھریلو تہذیب پر کام کرنا چاہئے۔ یہ اچھا نہیں ہے کہ کولمبیا سے لے کر آکسفورڈ یونیورسٹی تک کے پالیٹکل سائنس ڈپارٹمنٹ کو ریسرچ کا آئیڈیا میں ہی دوں۔ کیا ان کے وہاٹس ایپ گروپ میں رشتے دار سرگرم نہیں ہیں؟ ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟ رشتے داروں کے انہیں گروپوں میں جمہوریت کو ختم کرنے کے لیے خاص قسم کے شہریوں کی تشکیل وتعمیر کی کارروائی چلتی رہتی ہے۔

سب سے پہلے میں نے نیشنل ٹی وی پر رشتے داروں کے وہاٹس ایپ گروپ کے متعلق بات کی ہے، آپ نے اوپر کی سطروں میں دو بار لفظ ''میں'' سنا ہوگا، اصل میں اسٹیڈیم کا نام رکھنے سے متاثر ہوگیا ہوں، جو لوگ اپنے رشتے داروں کی کوششوں کے باوجود فرقہ پرست شہری بننے سے بچ گئے ہیں وہ میرا بھی شکریہ ادا کرسکتے ہیں۔ لیجئے تیسری بار 'میں' آگیا۔ آج ہو کیا رہا ہے میرے ساتھ؟

خیر یہاں سے نکل کر سوشل میڈیا کی اس دنیا کی طرف روانہ ہوتے ہیں جہاں بھارت کے مقامی نوجوان ٹوئیٹر پر روزگار نام کے چھوٹے موٹے مسئلہ کو گلوبل ٹرینڈ کرا رہے ہیں۔ یہ وشوگرو بھارت کی شبیہ کو خراب کرنے والا اقدام تو ہے ہی، نوجوانوں پر رشتے داروں کے گھٹتے ہوئے اثر کی طرف بھی اشارہ کر رہا ہے، بے روزگاری کا معاملہ نوجوانوں کے رشتے داروں کی ناکامی کے مترادف ہے۔ رشتے دار جتنے ناکام ہوں گے بے روزگاری کا معامہ اتنا اوپر اٹھے گا۔ نوجوان مجھ سے بحث کا مطالبہ کر رہے ہیں، مجھے ٹیگ کر رہے ہیں، اس بات پر پھر انگلش بولنے کا دل کر رہا ہے، لیکن رہنے دیتا ہوں۔ ۲۵؍فروری کے دن جب گھڑی کی بڑی سوئی چھوٹی سوئی کو ۱۲؍کے عدد پر چھوڑ کر آگے بڑھتی ہے تب ہندو مسلم ڈبیٹ میں گم نوجوانوں نے میسج بھیجنا شروع کیا ہے کہ #Modi_ job_ do دنیا میں ایک نمبر پر ٹرینڈ کر رہا ہے اور #go_back_modi دوسرے نمبر پر ٹرینڈ کر رہا ہے۔ وزیر اعظم کے علاوہ دوسرے صحافیوں اور رپورٹروں کے ساتھ مجھے بھی ٹیگ کیا جارہا تھا۔ جیسے بے روزگاری کے سپاہی نے مجھے بھی باندھ لیا ہو۔ میرے خوابوں میں آنے والے نیم کے پیڑ نے پہلے ہی خبردار کردیا تھا کہ ٹوئیٹر سے دور رہا کرو، ایک گلوبل ٹرینڈ اور دوسرا انڈیا ٹرینڈ، نوجوانوں نے آج دوراندیشی کا ثبوت دے ہی دیا ہے، وہ مودی سے روزگار مانگ رہے ہیں، یہ بات دنیا کو بتا رہے ہیں، لیکن روزگار نہ دینے پر مودی کو واپس جانا ہوگا یہ بات صرف بھارت کو بتا رہے ہیں۔ ان نوجوانوں کو آج دوپہر تک ساٹھ لاکھ ٹوئیٹ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے کل کے سارے اخباروں میں پہلی ہیڈ لائن بن جائیں گے؟ کوٹا کے ایک ماسٹر صاحب روی موہن تو باقاعدہ بتا رہے ہیں کہ ہیش ٹیگ کیسے ٹرینڈ کرانا ہے۔ اسی کو ٹول کٹ کہتے ہیں، دعا کیجئے ان کے گھر میں ای ڈی چھاپہ نہ ڈالے اور پولیس فرضی کیس میں نہ پھنسادے۔ ''ہیش ٹیگ مودی روزگار دو'' یہ صرف ٹرینڈ نہیں ہے، یہ اس اجتماعی بے چینی، مایوسی اور غصے کا اظہار ہے، جس میں صرف مرکزی سرکار کی بحالیاں اور امتحانات ہی نہیں ہیں بلکہ تمام صوبوں کی بحالیاں اور ان کے لیے ہونے والے امتحانات ہیں۔ بہار، بنگال، ہریانہ، دہلی، راجستھان، مدھیہ پردیش، کرناٹک وغیرہ۔ تبھی تو ساٹھ لاکھ ٹوئیٹ کر رہے ہیں۔ وقت پر امتحان (Timely Exam)، وقت پر ریزلٹ (Timely Result)، ویکنسی بڑھاؤ (Increase Vacancy) یہ سب بھی بھارت کے اندر ٹاپ ٹین ٹرینڈ میں شامل تھے۔

امتحان، ریزلٹ اور تقرری کے ساتھ ساتھ غائب ہوتی بحالی؛ یہ بھارت کا اتنا بڑا مسئلہ ہے کہ مجھے کئی بار اعلان کرنا پڑتا ہے کہ اس پر پروگرام نہیں کریں گے، آپ کر ہی نہیں سکتے، ہر صوبے میں گھوٹالوں اور گھپلوں کی اتنی کہانیاں ہیں کہ اس کے لیے الگ سے کسان چینل کی طرح ''بحالی چینل'' کی ضرورت ہے۔ ویسے کسان تحریک کے دوران آپ لوگوں نے ایک بار بھی کسان چینل کی بات نہیں کی۔ یہ بات میں اپنے طور پر بتا رہا ہوں، ابھی اسی ہفتے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس ایس اے بوبڈے نے کہا کہ سوالات کا لیک ہوجانا ملک کے نظام تعلیم کو برباد کر رہا ہے۔ یہ اس وقت کی خبر ہے جب بھارت ''وشوگرو'' ہوچکا ہے۔ بھلا بتایئے ایک طرف ہمارا ملک وشوگرو بن گیا اور یہ کمبخت سوال نامہ ہے کہ لیک ہوا جارہا ہے۔

معاملہ کرناٹک کا تھا لیکن سپریم کورٹ نے کہا کہ مدھیہ پردیش کے ویاپم جیسے معاملے نظام تعلیم کو خراب کر رہے ہیں، چیف جسٹس نے تو یہ بھی کہہ دیا کہ ہم جانتے ہیں کہ مدھیہ پردیش میں ویاپم معاملے میں کیا ہوا تھا۔ یہ کوئی معمولی بات تو نہیں ہے۔ کرناٹک میں ۲۰۱۶ء میں کیمسٹری کے سوال نامے کے لیک ہونے کا معاملہ سامنے آیا تھا، جس کے ایک ملزم کو ہائی کورٹ سے ضمانت مل گئی، اور یہ ملزم الزامات سے بری ہوگیا، بہار میں تو پیپر لیک ہونے کے معاملے میں آئے دن حزب مخالف کے لیڈر سوال اٹھاتے رہتے ہیں، سوال اٹھانے سے پیپر لیک بند نہیں ہوتے یہ بہار نے ثابت کردیا۔ سرکاری نوکریاں کم ہو رہی ہیں، ویکینسیاں نکلتی ہیں تو کبھی پوری نہیں ہوتیں، ایک آدھ پوری ہوتی ہوں گی باقی ادھوری رہ جاتی ہیں، یہی پیٹرن آپ کو سبھی ریاستوں میں ملے گا۔ راہل گاندھی نے بھی اس معاملہ میں ٹوئیٹ کرتے ہوئے کہا ہے کہ فیل سرکار، مہنگائی کی مار، بے روزگاری کی سبھی حدیں پار، ہیش ٹیگ مودی روزگار دو۔ ساٹھ لاکھ ٹوئیٹ کے بعد تو حکومت کو پریس کانفرنس کرنی چاہئے تھی، نوجوانوں کو بتانا چاہئے تھا کہ ابھی تو ہمیں نجکاری کرنی ہے، ابھی نوکریوں کا دور نہیں ہے، یہ سب ٹھیک سے بتانے میں کیا حرج ہے، صرف آج بے روزگاری کا معاملہ ٹرینڈ نہیں ہوا ہے، اتوار اور سوموار کو بھی ہوا تھا۔ اب میرا نوجوانوں سے سوال ہے، انہیں کیوں لگا کہ پینتیس لاکھ اور ساٹھ لاکھ ٹوئیٹ کرنے سے روزگار پر بات ہونے لگے گی؟

مغرب میں اردو افسانہ نگاری کا آغاز

ڈاکٹر تسنیم فاطمہ

مغربی ملکوں میں ہندوستانی قلمکاروں اور ادب شناسوں کی آمد ویسے تو بیسویں صدی کی ابتدائی دہائیوں میں ہی شروع ہو چکی تھی مگر یہ سلسلہ پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے بعد تیز سے تیز تر ہوتا گیا۔ ملک راج آنند، سجاد ظہیر اور ان کے دوسرے ترقی پسند رفقا مغرب کے مستقل باشی نہ سہی مگر یہاں مغرب کے قیام کے اثرات موجود ہیں، اگر ہم سجاد ظہیر اور ملک راج آنند کی کہانیوں کو دیکھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں مغرب کے طرز معاشرت سے زیادہ وہاں کا طرز فکر موجود ہے۔ اس کے مقابلے میں کرشن چندر کے بعض ناولوں یا افسانوں میں مغربی طرز زندگی کی ایسی سچی تصویریں ملتی ہیں جن کو دیکھ کر یہ کہنے کا واقعی دل چاہتا ہے کہ ''یہ چاند سورج بھی ہیں ہمارے'' اس اعتبار سے دیکھا جائے تو مغرب کی زیر اثر لکھے جانے والے ایسے افسانوں کی روایت جو مغرب کی کسی نہ کسی طور پر آئینہ داری بھی کرتے ہوں۔ برصغیر میں افسانہ نگاری کے آغاز سے کم وبیش تیس برس بعد شروع ہوتی ہے۔ یہ وقفہ اس اعتبار سے بہت زیادہ نہیں کہا جاسکتا کہ پریم چند کے قبل ہمارے یہاں بھی اردو افسانہ بس اپنے بال و پر ہی نکال سکا تھا اور اسے نہ تو کوئی وسیع فضا میسر تھی نہ میدان۔

بہرحال مغرب میں اردو افسانہ نگاری کا آغاز جن لوگوں نے باضابطہ کیا وہ تارکین وطن ہی تھے جو برصغیر کے مختلف ملکوں سے ہجرت کر کے لندن اور اس کے بعد یورپ کے مختلف ملکوں میں آباد ہوتے گئے تھے پھر یہ قافلہ اور اس سے الگ دوسرے قافلے بھی روانہ ہوئے جن کی منزل یورپ نہیں امریکہ تھی۔ وہاں بھی 1905ء سے 1960ء کے دوران قائم شدہ افسانہ نگاری کی روایت کے زیر اثر کہانیاں لکھی گئیں اور آگے چل کر 1960ء کے بعد کی روایت کو بھی موضوعاتی اور اسلوبیاتی سطح پر پذیرائی حاصل ہوئی۔

یہاں اس نکتے کی طرف اشارہ کردینا ضروری ہے کہ جہاں تک مغرب میں اردو نثر نگاری کے آغاز کا سوال ہے اس کا سلسلہ بہرصورت افسانہ نگاری سے قدیم ہے۔ یہی نہیں خود فکشن میں بھی دوسری اصناف پر طبع آزمائی ہوتی رہی ہے مگر افسانہ کی طرف توجہ کچھ بعد میں ہوئی۔ مثال کے طور پر تین ایسے قلمکاروں کا نام لیا جاسکتا ہے جو تارکین وطن میں سے نہیں ہیں بلکہ ان کا تعلق یورپ سے ہی ہے۔ میری مراد رالف رسل، ڈیوڈ میتھیوز اور کارلو کیولا سے ہے جن کا جنم کسی ایشیائی ملک میں نہیں ہوا بلکہ یورپ میں ہی ہوا ہے۔ ان تینوں نے اردو زبان وادب کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ یہاں تک کہ رالف رسل کو تو برطانیہ کا بابائے اردو ہی تسلیم کیا جاتا رہا ہے۔ مگر ان سبھوں کی خدمات کا دائرہ کار یا تو لسانیات اور علم زبان ہے یا پھر تحقیق وتنقید اور ترجمہ۔ یہیں پر شہرۂ آفاق ادیب عبداللہ حسین کا تذکرہ ضروری ہے جو اپنے ناول ''اداس نسلیں'' کے بعد بھی مسلسل فکشن کے چمن کی آبیاری میں مصروف رہے ہیں اور زندگی کے آخری ایام بھی برطانیہ کے ایک خوبصورت قصبے میں گزار رہے ہیں۔ گرچہ انھوں نے ناولٹ بھی لکھے اور بالآخر انگریزی زبان کی طرف رجوع ہوگئے مگر ممکن ہے ان کی افسانہ نگاری کا کوئی نمونہ تحقیق کی روشنی میں سامنے آجئے اور روایت کا حصہ بن سکے مغرب میں اردو افسانے کے حوالے سے ایک اور نکتے کی طرف توجہ ضرری ہے۔ کچھ ایسے ادیب ہیں جو چند برس انگلینڈ یا کسی دوسرے مغربی ملک میں رہے اور ان کی تحریروں میں نہ صرف ان ممالک کا طرز معاشرت بلکہ طرز فکر بھی جلوہ گر ہے۔ ایسے لوگوں میں سجاد ظہیر اور ان کے رفقاء کے علاوہ غلام عباس، ضمیر الدین احمد، عزیز احمد اور ابن انشا کے نام بہ آسانی لیے جاسکتے ہیں۔ کرشن چندر کے یہاں بھی بعض خوبصورت افسانے مغرب خصوصاً لندن کے حوالے سے لکھے گئے ہیں جن میں روح عصر موجود ہے مگر یہاں ان سب کا تذکرہ چھوڑ کر محض ان لوگوں کی طرف توجہ کرنا بہتر ہے جو افسانہ نگاری سے وابستہ رہے ہیں۔

جیسا کہ میں نے ابتدا میں عرض کیا، مغرب میں اردو افسانے کی روایت ان تارکین وطن کی قلمی کاوشوں کا نتیجہ جو ہجرت کر کے یورپ یا امریکہ گئے تھے، اس لیے مغرب میں اردو افسانے کی تاریخ برصغیر کے کم وبیش بیس، پچیس (25-20) برس بعد شروع ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں ہماری نگاہ مختلف تاریخی شواہد کا جائزہ لیتی ہوئی جن میں افسانہ نگاروں کی تاریخ پیدائش بھی ایک پہلو ہے بالآخر چند ناموں پر ٹھہر جاتی ہے۔ یہ سبھی ایسے لوگ ہیں جو تقسیم اور آزادئ ہند سے قبل برصغیر کے کسی نہ کسی علاقے میں پیدا ہوئے اور براہ پاکستان یا براہ دہلی لندن یا کناڈا وغیرہ پہنچے۔ ان لوگوں میں سرفہرست اکرام بریلوی کو رکھا جاسکتا ہے جو 1918ء میں پیدا ہوئے اور جن کی پہلی تخلیق 1938ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ یہ ایک ڈرامہ خوفناک محبت ہے جو اختر شیرانی کے رسالہ رومان میں شائع ہوا تھا اس کے بعد ہندوستان کے مختلف رسائل مثلاً نیرنگ خیال، ادب لطیف، ادبی دنیا اور ساقی میں ان کی تحریریں شائع ہونے لگیں۔ ایک عرصے تک بلکہ ''فسانہ کہیں جسے'' کی اشاعت تک وہ فکشن رائٹر کی حیثیت سے تو مشہور رہے مگر ان کی افسانہ نگاری کا کوئی نمونہ دستیاب نہیں ہوسکا، یہ بھی عجیب بات رہی کہ وہ اردو کی تیرسی بستی یعنی لندن میں نہ رہ کر کناڈا میں مقیم رہے اور ریٹائرمنٹ کے بعد وہیں بس گئے مگر ایک عرصے کے بعد مشہور شاعر عابد جعفری نے یہ انکشاف کیا کہ موصوف نے افسانے بھی لکھے ہیں سید عاشور کاظمی اس نکتے پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: ''1992ء میں جب میں ''فسانہ کہیں جسے'' پر کام کر رہا تھا اس وقت میں نے اپنی معلومات کو کافی نہیں سمجھا... بار بار اکرام بریلوی صاحب کا نام سامنے آتا تھا اور ہر بار یہی پتہ چلتا تھا کہ اکرام بریلوی صاحب ناول لکھتے ہیں افسانہ نہیں لکھتے۔ برصغیر کی تقسیم سے پہلے ان کا جو ناول شائع ہوا تھا اس کا ذکر ہوا، ان کے ڈراموں کا ذکر ہوا، پل صراط کا ذکر ہوا مگر کسی گوشے سے یہ نہ معلوم ہوا کہ اکرام بریلوی نے افسانے بھی لکھے ہیں۔ ابھی کچھ دن ہوئے ٹورنٹو سے ممتاز شاعر عابد جعفری صاحب نے اکرام بریلوی صاحب کی تصانیف کی فہرست بھیجی اور یہ بھی بایا کہ اکرام بریلوی صاحب کے افسانوں کے دو مجموعے ''تیز ہوا میں پتے'' اور ''تیسری نسل'' چھپ رہے ہیں، ناول سے افسانے تک وسعت سے اختصار کی سمت سفر اس بات کی دلیل ہے کہ علم بڑھ رہا ہے۔ لفظ ومعنی پر گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جارہی ہے۔''

اس قطعی شہادت کے بعد اکرام بریلوی کو مغرب میں اردو افسانے کا ابتدائی نقطہ تسلیم کرلینے میں جھجک نہیں ہونی چاہئے۔ ان کے فوراً بعد کے لکھنے والوں میں عمر اور قدامت کے اعتبار سے مصطفیٰ کریم، کنول نین پرواز، شان الحق حقی، بیگم اختر جمال اور ہرچرن چاوٗلہ کے نام آتے ہیں۔ شان الحق حقی اور کنول نین پرواز دونوں کے سن پیدائش میں صرف ایک برس کا فرق ہے، حقی 1925ء میں پیدا ہوئے اور پرواز 1926ء میں۔ چاوٗلہ کا سن پیدائش بھی 1925ء ہی تسلیم کیا جاتا ہے۔ حقی مستقل طور پر مانٹریال (کناڈا) میں مقیم رہے۔ انھوں نے تحقیقی وتنقیدی نوعیت کے کاموں میں شہرت پائی مگر اصل مقبولیت انھیں ''بھگوت گیتا'' کے ترجمے سے حاصل ہوئی۔ ان کی مطبوعہ کتابوں اور ترجموں کی مجموعی تعداد دو درجن سے زیادہ ہے مگر اسے اردو افسانے کی بدقسمتی ہی سمجھنا چاہئے کہ افسانوں کا صرف ایک مجموعہ ''شاخسانے'' (مطبوعہ 1991ء) اس فہرست میں موجود ہے۔ گرچہ ان کی پہلی کتاب انتخاب ظفر 1945ء میں منظر عام پر آئی تھی۔ بہرحال اردو افسانہ نگاروں کے لیے یہ بھی کم باعث تقویت امر نہیں کہ شان الحق حقی جیسے اسکالر نے بھی افسانے لکھے ہیں۔ اب رہی بات کنول نین پرواز کی تو ان کا فکشن رائٹر ہونا ضرور تسلیم شدہ ہے مگر افسانوں سے متعلق بس ان کا یہ بیان نظر کے سامنے ہے کہ لندن آنے سے قبل انھوں نے جو افسانے اور مضامین اور ریڈیائی فیچر لکھے تھے، وہ سب ضائع ہوگئے ہیں، چونکہ یہ افسانے اور مضامین شائع شدہ تھے، اس لیے ان کی بازیابی کی طرف سے ناامید نہیں ہونا چاہئے۔ اس فہرست میں بیگم اختر جمال جیسی روشن خیال اور تعلیم یافتہ خاتون کا نام شامل رہنا اس کے مستند ہونے کی پہچان ہے۔ موصوفہ کا تعلق علم وادب کی بستی بھوپال کے ایک معزز اور ادبی خانوادے سے ہے، ان کے افسانوں کے چار مجموعے انگلیاں فگار اپنی (1971ء) ''زرد پتوں کا بن'' (دوسرا ایڈیشن 1981ء) سمجھوتہ ایکسپریس (1981ء)، خلائی دور کی محبت (1991ء) کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے یہاں ترقی پسند فکر اور انسان دوستی نمایاں ہے، جس کا ایک سبب ان کے شوہر کی ہمہ وقت حوصلہ افزائی بھی ہے۔ اس فہرست میں ایک اور ہمہ جہت ادیب سدی مصطفیٰ کریم کا تعلق صوبۂ بہار کی دھرتی بودھ گیا سے ہے، جہاں وہ 1932ء میں پیدا ہوئے۔ فکری اعتبار سے وہ ایک مارکسسٹ رہے ہیں جس کا اثر ان کے ناولٹ ''گرم دن'' اور افسانوی مجموعے ''گگلو'' (Giglo) پر دیکھے جاسکتے ہیں، گرچہ انھوں نے علم وادب کے دوسرے پہلوؤں پر بھی قابل قدر کام کیا ہے اور کر رہے ہیں آزادی سے قبل عالم وجود میں آنے والے جو دوسرے افسانہ نگار مغرب میں اردو افسانے کے گیسو سنوار رہے ہیں ان میں ڈاکٹر فیروز مکرجی، فیروز جعفر، عطیہ خاں، گلشن کھنہ، قیصر تمکین، ش۔ صغیر ادیب، رضا الجبار، مقصود الٰہی شیخ، رضا علی عابدی، صفیہ صدیقی، جمشید مرزا اور جتیندر بلو وغیرہ کے نام آتے ہیں۔ یہاں اگر معروف ادیبہ رضیہ فصیح احمد کا تذکرہ نہ کیا جائے تو یہ ناانصافی ہوگی۔ ظاہر ہے کہ ان کا ناول ''آبلہ پا'' شہر کی وہ حدیں پار کرچکا ہے جن کے پیش نظر ان کی دوسری تصنیفات پس پشت پڑ گئی ہیں، مگر یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ مغرب خصوصاً امریکہ میں رہتے ہوئے انھوں نے اردو افسانے کی آبیاری میں برصغیر کے کسی افسانہ نگار سے کم حصہ نہیں لیا۔

ایک بات مغرب میں لکھے گئے اردو افسانوں کے بارے میں برابر کہی جاتی ہے مگر اس کی کبھی وضاحت نہیں ملتی، میری مراد مغربی طرزِ معاشرت کی آئینہ داری سے ہے، یہ بات اکثر کہی گئی کہ مغرب میں جو اردو افسانے لکھے گئے ان میں مغربی طرز معاشرت کی یا تو آئینہ داری نہیں ہوئی یا اس حد تک نہیں ہوئی جتنی ہونی چاہئے تھی۔ اس اعتراض کا جواب بھی یہ کہہ کر دیا جاچکا ہے کہ ایسا ہو بھی نہیں سکتا، نہ ہونا چاہئے چونکہ مشرق ومغرب کا معاشرہ نہ صرف بالکل مختلف ہے بلکہ مغرب میں بہت کچھ ایسا ہے جسے دکھانے سے زیادہ چھپانا ہی ہمارے لیے بہتر ہے۔ بہرحال یہاں اسی سوال وجواب کے حوالے سے میں جس پہلو کی طرف اشارہ کرنا چاہتی ہوں وہ یہ ہے کہ مغرب میں خواہ وہ لندن ہو یا امریکہ یا پھر یورپ کا کوئی دوسرا ملک اور علاقہ، مختلف طرح کا طرز معاشرت موجود ہے، اس کی ایک وجہ بھی ہے، ظاہر ہے کسی بھی علاقے میں صرف مہاجرین نہیں رہتے نہ صرف مقامی افراد رہتے ہیں، مقامی افراد اور مہاجرین کے ایک ساتھ رہنے سے ان میں طرح طرح کے فکری عوامل سے متاثر لوگ ہوتے ہیں۔ اس نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سید عاشور کاظمی نے بالکل درست لکھا ہے کہ لندن شہر میں ہی اب ایک معاشرہ نہیں بلکہ کم از کم تین معاشرے ہیں۔ ایک معاشرہ ان انگریزوں کا ہے جن کا وطن لندن ہے۔ یہ لوگ رفتہ رفتہ اقلیت میں آرہے ہیں، چونکہ لندن مختلف طرح کی قوموں اور نسلوں کی آماجگاہ بن رہا ہے اور خود لندن کے آبائی باشندوں کو قرب وجوار کے پُرسکون علاقوں کا رخ کرنا پڑ رہا ہے۔ یہ ایک فطری عمل ہے اور ایسا ہر بڑے شہر میں کسی نہ کسی طور پر ہوتا ہے۔ بہرحال لندن میں دوسرا معاشرہ ان مہاجرین یا تارکین وطن سے تعلق رکھتا ہے جو تقسیم ہند سے قبل یا فوراً بعد گویا پچاس ساٹھ سال پہلے یہاں آئے اور جنھوں نے اپنی محنت سے اپنی دنیا بسائی، یہ لوگ اب اپنی دوسری نسلوں کی تربیت میں مصروف ہیں بلکہ انھیں کے زیر سایہ اپنی زندگی کے آخری دور میں آرام سے زندہ ہیں۔ تو یہ تیسرا طبقہ بھی لندن یا دوسرے شہروں کی زندگی میں ایک اہم مقام رکھتا ہے، یہ ایسی نسل ہے کہ جو گرچہ اپنی جڑیں تو برصغیر یا ایشیاء کے کسی ملک میں رکھتی ہے مگر یہیں کی خاک سے پیدا ہوئی اور یہیں پلی بڑھی ہے۔ اب غور کیجیے تو مہاجرین کی یہ دوسری نسل اپنے عادات واطوار اور وضع قطع بلکہ طرز فکر کے اعتبار سے بھی پہلے معاشرے سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں کے ساتھ ہے گرچہ ایک حد فاصل دونوں کے درمیان ہے مگر تیسری نسل دیکھئے کہاں تک پہنچتی ہے؟

اس اعتبار سے دیکھا جائے مغرب میں آباد اردو افسانہ نگاروں نے ابتدا سے ہی پہلے اور دوسرے معاشرے کے بیشتر قابل ذکر پہلوؤں کا تذکرہ کیا ہے اور تیسرا معاشرہ بھی بعض افسانہ نگاروں کی نگاہ میں ہے۔ اس سلسلے میں ایک اہم افسانہ نگار جتیندر بلو کو مانا جاتا ہے۔ ان کے حوالے سے یہ بات اہم ہے کہ وہ ہندوستان سے لندن آکر صرف دو سال کے قریب یہاں رہے مگر جب واپس ہندوستان گئے تو خود وہیں کی طرزِ معاشرت اور ماحول سے مطابقت پیدا نہیں کرسکے اور واپس یورپ آگئے، جہاں اب تک مقیم ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ صرف ثقافتی پہچان کی بات کرتے ہیں ان کے لیے یہ لمحۂ فکریہ ہے اور یہ صرف مادی آسائشوں کے حصول کی بات بھی نہیں ہے۔ آج وہ یورپ کے تینوں معاشروں کے آئینہ دار ہیں اور ہر جگہ قدر کی نگاہوں سے بھی دیکھے جاتے رہے ہیں۔ (بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

مسلم بچوں کی بنیادی دینی تعلیم کا مسئلہ

مولانا نورالحق رحمانی

مسلمان بچوں کی بنیادی دینی تعلیم کا مسئلہ پہلے بھی اہمیت کا حامل رہا ہے، اور آج پہلے سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے، موجودہ ملکی حالات کے پس منظر میں قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے حکم دیا تھا کہ تم اپنے آپ کو اور اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، اسی طرح سورہ بقرہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت کا تذکرہ ہے کہ انہوں نے اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹوں کو جمع کیا، اور ان سے پوچھا کہ **ماتعبدون من بعدی** میرے بعد تم کس کی بندگی کروگے؟ ظاہر ہے کہ پیغمبر سے زیادہ کون اپنی اولاد و متعلقین کی دینی تعلیم وتربیت کا خیال رکھے گا، چونکہ وہ سب ان کے اولاد تھے، اور ان کے ساختہ وپرورہ تھے، اس لئے سب صراط مستقیم پر گامزن تھے، سب نے بیک زبان کہا کہ ہم آپ کے معبود اور آپ کے آباء واجداد حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہم السلام کے معبود کی عبادت کریں گے جو اکیلا ہے، اور ہم تنہا اسی کے بندے اور اطاعت گذار ہیں (البقرہ)

چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی اولاد کی دینی حالت کے سلسلہ میں اطمینان حاصل کرنے کے بعد دنیا سے رخصت ہوئے، قرآن کریم نے اس جلیل القدر پیغمبر کا واقعہ ذکر کر کے گویا مسلمانوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ وہ بھی اپنی اولاد کے سلسلے میں ان کے بارے میں یہ اطمینان حاصل کریں کہ ان کی رحلت کے بعد ان کے متعلقین دین حق پر، اور توحید پر قائم رہیں گے، آج کے ملکی حالات کے تناظر میں یہ مسئلہ زیادہ اہمیت کا حامل ہے، آج جو پارٹی برسراقتدار ہے وہ اپنے تعصب اور اسلام دشمنی میں بھی حد سے آگے ہے، وہ کسی طرح بھی اس ملک میں مسلمانوں کے وجود کو برداشت کرنے کی روادار نہیں، یہاں کے دستور نے جو اقلیتوں کو حقوق دئے ہیں اب ان میں مداخلت ہورہی ہے، اور اسلامی شریعت میں کھلی مداخلت شروع ہوگئی ہے، آگے مزید کچھ کہا نہیں جاسکتا، اس لئے ان حالات میں مسلمانوں کو اپنی نئی نسل کے دین وایمان کی فکر کرنا ضروری ہے۔

ایک سروے کے مطابق دینی مدارس میں پڑھنے والے مسلم بچوں کی تعداد صرف چار فی صد ہے، باقی زیادہ تر بچے سرکاری اسکول وکالج اور عصری تعلیمی اداروں کا رخ کرتے ہیں یا سرے سے کوئی تعلیم ہی حاصل نہیں کرتے، اور سرکاری تعلیمی اداروں کا نصاب دینیات سے خالی ہے، اس لئے ان میں تعلیم پانے والے بچے دین سے بے بہرہ رہتے ہیں اور جنہوں نے دین کو پڑھا ہی نہیں وہ دین کو کیا جانیں گے اور دین کی قدر وقیمت ان کی نگاہ میں کیا ہوگی، اب اگر آگے چل کر خدانخواستہ ملک کے حالات زیادہ خراب ہوئے تو خطرہ ہے کہ دشمنان اسلام نئی نسل کو دین سے منحرف اور برگشتہ کرنے میں کامیاب ہوجائیں، سنگین حالات میں وہی نسل ایمان پر قائم رہ سکے گی جنہوں نے مخلص اساتذہ اور علماء ربانی سے دین سیکھا ہو اور وہ اسے اپنا سب سے قیمتی سرمایہ سمجھتی ہو اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہو، اس لئے ضرورت ہے کہ ہندوستانی مسلمان دین کی بنیادی تعلیم کے سلسلے میں اپنی اولاد کی فکر کریں، عوام الناس کو اگر اس مسئلے کی سنگینی کا احساس نہ ہو تو جو علماء ودانشوران قوم ہیں ذمہ داری ان کے اوپر عائد ہوجاتی ہے۔

الحمدللہ امارت شرعیہ کے دور بیں، بالغ نظر اور بابصیرت امیر وقائد مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم جن کی خدمات دینی تعلیم اور عصری تعلیم کے سلسلے میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے، انہوں نے اس مسئلے کے تئیں بھی تاریخی اور انقلابی قدم اٹھایا، الحمدللہ مسلمانوں میں بیداری آئی، اور وہ ان اہم مسائل کی طرف متوجہ ہوئے اور خود امارت شرعیہ میں مسلسل دو دنوں تک غور وفکر اور بحث ومباحثہ کے بعد اہم تجویزیں منظور ہوئیں، بہار کے بعد جھارکھنڈ اور اڈیشہ کے مختلف علاقوں کے دورے امارت کے علماء ومبلغین کے ذریعہ ہورہے ہیں، اس تحریک کو موثر بنانے کے لئے ضلعی کمیٹیاں تشکیل دی گئی ہیں اور تسلسل کے ساتھ ان کاموں کی انجام دہی کے لئے صدر وسکریٹری، کنوینر اور نائب کنوینز کا انتخاب عمل میں آیا ہے، اگر اس تحریک کو بھرپور کامیابی حاصل ہوگئی تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ امارت شرعیہ کا ایک تجدیدی کارنامہ ہوگا، ویسے تو اس طرح کی تجدیدی کارناموں سے امارت شرعیہ کی تاریخ روشن اور پُر ہے۔

مجھے اس موقع پر حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب القراۃ الراشدہ الجزء الثالث کا ایک عنوان آرہا ہے: کیف تعلمت الاسلام فی الاندلس النصرانیۃ (میں نے نصرانی اندلس میں اسلام کیسے سیکھا) یہ جناب شیخ محمد بن عبدالرفیع اندلسیؒ کا ہے جو خود ان ہی کے قلم سے ہے اور بہت ہی عبرت آموز ہے، جس سے آج کے حالات میں اس ملک میں ہمیں روشنی ملتی ہے، وہ لکھتے ہیں: ”میں اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ دین اسلام سے آشنا ہوا جب کہ میری عمر چھ سال کی تھی، ہم مسلم بچوں کی ان دنوں انگریزوں کے اسکولوں میں ان کا دین سیکھنے کے لئے لے جایا جاتا تھا، پھر میں گھر لوٹتا تو میرے والد صاحب مجھے اپنا دین سکھاتے، اس طرح میں دونوں جگہ تعلیم حاصل کرتا تھا، میرے والد مرحوم نے ایک تختی میں میرے لئے حروف تہجی لکھ دی، وہ مجھ سے انگریزی کے حروف کے بارے میں دریافت کرتے تو جب میں کوئی انگریزی کا حرف بولتا تو وہ اس کے مقابلے میں عربی صرف لکھدیتے، اور فرماتے کہ ہمارے عربی حروف ایسے ہوتے ہیں، یہاں تک کہ دو مرتبہ میں انہوں نے تہجی کے تمام حروف لکھ دیئے اور میں نے انہیں محفوظ کرلیا، اس کے بعد انہوں نے مجھے یہ وصیت فرمائی کہ میں اسے صیغہ راز میں رکھوں اور کسی سے اس کا تذکرہ نہ کروں کہ والد صاحب مجھے عربی اور دین اسلام پڑھاتے ہیں، حتی کہ ماں سے، بھائی سے، چچا سے اور دوسرے رشتہ داروں سے۔ پھر وہ امتحان کے طور پر میری ماں کو میرے پاس بھیجتے اور وہ مجھ سے دریافت کرتیں کہ تمہارے والد تمہیں کیا پڑھاتے ہیں؟ تو میں کہتا کہ وہ مجھے کچھ نہیں پڑھاتے ہیں، اس پر وہ کہتی کہ تم ڈرو نہیں مجھے بتاؤ، میں کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کروں گی، اسی طرح کبھی وہ میرے چچا کو میرے پاس بھیجتے اور وہ بھی مجھ سے اسی نوعیت کا سوال کرتے اور میں بالکل انکار کرتا، اس طرح ایک مدت تک اسکول میں اور گھر میں میری تعلیم ہوتی رہی، کبھی وہ اپنے مخلص دوست واحباب کو میرے پاس بھیجتے، مگر میں نے کسی کے سامنے اس راز کا انکشاف نہیں کیا، والد صاحب نے تو اپنے آپ کو ہلاکت کے لئے پیش کردیا تھا، اس لئے کہ اس کا امکان تھا کہ میں لوگوں کے سامنے اس کا اظہار کردوں، اور وہ اس کی سزا میں جلا دئے جائیں اور قتل کردئے جائیں، لیکن اللہ نے ہماری مدد فرمائی اور ہم دشمنوں سے محفوظ رہے۔ ہمارے والد صاحب نے مجھے یہ سکھایا کہ اگر میں کسی گرجا یا بت خانہ کے پاس سے گذروں اور بتوں کو دیکھوں تو چپکے چپکے قرآن کریم کی یہ آیات پڑھوں، **یاایھا الناس صرف مثل فاستمعوا له، ان الذین تدعون من دون الله لمن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا له(الحج)**

جب میرے والد صاحب کو اس کا یقین ہوگیا کہ میں دین اسلام کی باتوں کو اپنے قریبی رشتہ داروں سے بھی چھپاتا ہوں، چہ جائیکہ غیروں اور اجنبیوں سے تو پھر انہوں نے مجھے اس کی اجازت دی کہ اب میں اپنی ماں، اپنے چچا اور ان کے بعض احباب کے سامنے اس کا تذکرہ کرسکتا ہوں، ان کے مخلص دوست واحباب میرے گھر آتے اور دینی امور پر تبادلہ خیال کرتے اور میں دل چسپی سے اور غور سے ان کی باتیں سنتا، جب انہوں نے میری کم سنی کے باوجود میرے احتیاط کو دیکھا تو اپنے ان احباب سے میرا تعارف کرایا، اور میں ان سے تنہا ملتا، پھر میں نے ابن مالک کے شہر جیان سے غرناطہ، قرطبہ، اشبیلیہ اور طیطلہ وغیرہ شہر کا سفر کیا اور علماء ومشائخ سے ملاقات کی، پھر میں نے سات بزرگ علماء کا انتخاب کیا جو مجھے غرناطہ وغیرہ کی داستان بتلاتے تھے، خصوصا فقیہ لاطوری جو صاحب کرامت بزرگ تھے ان سے خاص رابطہ قائم کیا اور ان تمام بزرگوں سے میں استفادہ کرتا۔

بہرحال اندلس اور سمرقند وبخاری وغیرہ کے حالات وواقعات کو پیش نظر رکھ کر ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کو درپیش خطرات کو دور کرنے کے لئے مضبوط لائحہ عمل بنایا جائے، تاکہ خدانخواستہ ہندوستان میں اس قسم کے احوال پیدا ہوں (جو بعید نہیں معلوم ہوتے) تو ان کا مردانہ وار مقابلہ کے لئے مسلمہ امت تیار رہے اور یہ صلاحیت بغیر بنیادی دینی تعلیم کے حاصل نہیں ہوسکتی۔

مثالی معاشرہ میں قابل توجہ افراد

علامہ ابتسام الٰہی ظہیر

مثالی معاشرہ ایسے معاشرے کو کہا جاسکتا ہے جس میں بااثر لوگوں کے ساتھ ساتھ معاشرہ میں موجود لاچار، مجبور اور مفلوک الحال طبقات کی خوشحالی کا بھی بہتر انداز میں انتظام کیا گیا ہو۔ جب ہم اپنے گردونواح میں دیکھتے ہیں تو ہمیں بہت سے لوگ محرومیوں کا شکار نظر آتے ہیں۔ کبھی یہ محرومیاں مادی اور کبھی نفسیاتی اور طبعی نظر آتی ہیں، معاشرے کے محروم اور دبے ہوئے طبقات کی خوشحالی کے لئے ہم سب کو مل کر مؤثر کردار ادا کرنا چاہیے۔ ان معاملات کو صرف حکومت کے ذمہ لگا کر معاشرہ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ جب ہم اپنے معاشرے پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ طبقات جن کو ہماری خصوصی توجہ کی ضرورت ہے وہ درج ذیل ہیں

خواتین : ہمارے معاشرے میں خواتین کے استحصال کے حوالے سے مختلف قسم کی خبریں پڑھنے اور سننے کو ملتی رہتی ہیں، بعض ناخواندہ گھرانوں میں بہو کو خادمہ سمجھ لیا جاتا ہے اور کہیں جہیز نہ لانے پر تیل چھڑک کر آگ لگانے یا منہ پر تیزاب پھینکنے کے شرمناک واقعات سننے کو ملتے ہیں۔ یہ تمام قابل مذمت افعال اسلام کی تعلیمات کے بالکل خلاف ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو بہترین قرار دیا جو اپنے اہل خانہ سے بہتر سلوک کرنے والا ہے۔ بعض ناخواندہ لوگ عورت کی تعلیم کو معیوب سمجھتے ہیں۔ حالانکہ تعلیم حاصل کرنا جتنا مردوں کا حق ہے اتنا ہی عورتوں کا بھی ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی دیکھنے میں آتی ہے کہ بعض گھروں میں بیٹے اور بیٹیوں کے درمیان تفریق کی جاتی ہے اور ایسے لوگ بیٹے کو مستقبل کا سہارا سمجھتے ہیں، جب کہ بیٹی کو بوجھ تصور کرتے ہوئے اس کے ساتھ ناروا سلوک کرتے ہیں۔ اس بے اعتدالی کا مظاہرہ روزمرہ کی زندگی کے ساتھ ساتھ تقسیم وراثت تک میں نظر آتا ہے۔ تعلیم، بودوباش، رہن سہن، خوراک اور وراثت کے اعتبار سے اللہ تبارک وتعالی نے عورت کے جو حقوق مقرر کیے ہیں وہ اس کو ملنے چاہیے۔

بوڑھے والدین: ہمارے معاشرے میں بعض لوگ بوڑھے والدین کے ساتھ بھی ناروا سلوک کر کے خود اپنے ہاتھوں اپنی دنیا وآخرت تباہ کر بیٹھتے ہیں۔ جوانی، سرمائے اور اچھی سماجی حیثیت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے والدین کی بے ادبی کرنا ان لوگوں کا شعار بن جاتا ہے۔ یقیناً ایسے لوگ بدنصیب اور بدبخت ہیں جو اپنے لئے نیک دعاؤں اور اچھے احساسات کے مراکز کو خود اپنے ہاتھوں سے ضائع کر بیٹھتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالی نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر والدین کے ساتھ احسان کا حکم دیا اور سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۲۳ میں ارشاد فرمایا: ”اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اگر تمہارے سامنے دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں ”اف“ بھی نہ کہنا اور انہیں جھڑکنا بھی نہیں اور ان دونوں کے ساتھ بڑے ادب سے بات کیا کرو“۔

مریض اور معذور: معاشرے کے مریض اور معذور لوگ بھی ہماری خصوصی توجہ کے مستحق ہیں۔ زندگی کی مشغولیات اور معیشت کی دوڑ میں کئی مرتبہ ہمیں اپنے ذاتی معاملات اور گردونواح سے بالکل فرصت نہیں ملتی۔ چنانچہ ہم بہت سے موذی، جسمانی اور نفسیاتی امراض کے شکار لوگوں کی بحالی کے لیے خاطر خواہ کردار ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں، بہت سے لوگوں کو اللہ تبارک وتعالی وسائل سے نوازتا ہے، وہ اپنی زندگی کی سہولیات کو تعیشات کی نذر کردیتے ہیں، لیکن اپنے گردونواح میں موجود نفسیاتی اور جسمانی امراض کے شکار لوگوں کے لئے ان کے وسائل میں کچھ حصہ نہیں رہتا۔ اسی طرح بہت سے لوگوں کے پاس فراغت تو ہوتی ہے، لیکن وہ اپنے فارغ اوقات کو گپ شپ، انٹرنیٹ اور موبائل پر ضائع کر بیٹھتے ہیں اور اپنے گردونواح میں پائے جانے والے محروم، مفلوک الحال اور مریض لوگوں کی خبر گیری یا ان کی بحالی کے لیے کوئی بھی کردار ادا نہیں کر پاتے۔ اگر ہر شخص اپنے گردونواح پر نظر رکھے، مجبور اور مریضوں کی بحالی کے لیے اپنے وسائل اور وقت میں سے کچھ حصہ صرف کرے تو جہاں اس کے ذریعہ دکھی انسانیت کی خدمت ہوسکتی ہے وہیں رحمت الٰہی بھی ہمارے شامل حال ہوسکتی ہے۔

بچے : ہمارے معاشرے میں بہت سے نادار اور مفلس خاندانوں کے بچے اپنی معاشی بدحالی کی وجہ سے پر مشقت کام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، یہ بچے ہمارے اپنے بچوں کی طرح تعلیم، لباس اور خوراک کی سہولیات کے مستحق ہیں اور ان کی بحالی کے لیے حکومت کے ساتھ معاشرے میں بسنے والے ہر فرد کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے اور بچوں کو اضافی جسمانی مشقت سے بچانے کے لئے وسائل اور وقت کا استعمال کرنا چاہیے۔

محنت کش: ایک مثالی معاشرے کے قیام کے لئے ہمیں محنت کش طبقات کی بحالی کے لئے بھی اپنا کردار ادا کرنا چاہئے، محنت کش اپنی جسمانی صلاحیت سے زیادہ کام کرتے ہیں لیکن ان کو اس جسمانی مشقت کا صحیح اور پورا معاوضہ نہیں ملتا۔ محنت کشوں کا کم ازکم اتنا مشاہرہ ضرور مقرر ہونا چاہئے کہ وہ اپنی زندگی کی جملہ ضروریات اور لوازمات کو بآسانی پورا کرسکیں۔

غرض یہ کہ ایک مثالی معاشرے کے قیام کے لئے معاشرے میں بسنے والے تمام افراد کو اپنا اپنا کردار ادا کرنا چاہیے، تاکہ ہمارا معاشرہ حقیقی معنوں میں ایک فلاحی اور مثالی معاشرہ بن سکے۔

عالم اسلام سے

جو بائیڈن اور سعودی عرب

عبد الرحمن الراشد

امریکی فوج کے ایک اعلیٰ سطح کے وفد نے خطے میں فوج کے توسیعی منصوبے کے حصے کے طور پر حال ہی میں سعودی عرب میں بحیرہ احمر اور دوسری بہت سی جگہوں کا دورہ کیا ہے اور امریکہ سعودی عرب سے اس توسیعی منصوبہ سے اتفاق کے لیے کہہ سکتا ہے۔ اگر فوجی وفد کا یہ دورہ سابق صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے دور میں ہوتا تو اس کو ان کا سرمایہ کاری کا ایک منصوبہ سمجھا جاسکتا تھا۔ لیکن یہ دورہ ایسے وقت میں کیا گیا ہے جب امریکہ اور سعودی عرب کی مشترکہ فوجی مشقیں جاری تھیں، یہ ان لوگوں کے لیے کافی جواب ہونا چاہیے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ جوزف بائیڈن کے اقتدار سنبھالنے کے بعد سعودی عرب کو کنارہ کردیا گیا ہے اور ان کے دور میں سعودی، امریکہ تعلقات منفی انداز میں متاثر ہوں گے۔

درحقیقت سعودی عرب اور امریکہ کے تعلقات اس وقت تک زیادہ اہمیت کے حامل رہیں گے، جب تک امریکہ کی ترجیحات میں چین سے مسابقت، توانائی، جوہری ہتھیاروں کا عدم پھیلاؤ اور دہشت گردی ایسے امور کو اوّلیت حاصل رہتی ہے۔ امریکہ کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے سعودی عرب جیسے ملک سے علاقائی سطح پر تعاون کی ضرورت ہے، دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات میں یہی قوتِ محرکہ کارفرما ہے اور میڈیا میں تنازعات یا بعض امریکی عہدے داروں کے جاری کردہ بیانات کا ان تعلقات سے کوئی لینا دینا نہیں۔

امریکہ کے نئے صدر کی خارجہ پالیسی کے بارے میں ان کے حالیہ فیصلوں یا انتظامی احکامات کے تیزی سے اجرا کی بنیاد پر کوئی نتیجہ اخذ کرنا قبل از وقت ہوگا اور غیر عاقلانہ بھی، ان کی انتظامیہ کے خطے اور بالخصوص سعودی عرب سے متعلق بیانات کی بنیاد پر بھی کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا، ان امور میں سب سے اہم یمن بحران کے بارے میں صدر جو بائیڈن کا سعودی عرب سے مختلف نقطۂ نظر ہے، میری رائے میں تو دونوں ملکوں کے درمیان سب سے چیلنج والی فائل یہی ہے اور اس کے بارے میں انھیں سب سے پہلے کوئی فیصلہ کرنا چاہیے۔

جو بائیڈن ہمیں اس وقت حیرت میں مبتلا کردیتے ہیں، جب وہ ایران کے حمایت یافتہ حوثیوں کے حملوں سے سعودی عرب کو تحفظ مہیا کرنے کے عزم کا اظہار کرتے ہیں، اس کو ایک ایسا قدم سمجھا جاسکتا ہے جو سابق ٹرمپ انتظامیہ کے سعودی عرب کی حمایت میں کیے گئے اقدامات کے مقابلے میں کہیں زیادہ اہمیت کا حامل ہے، اس کے جواب میں سعودی عرب نے یمن میں ایک پُرامن حل کو قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی ہے، پھر صدر بائیڈن نے یمن کے لیے اپنے خصوصی ایلچی کا تقرر کیا ہے، جیسا کہ ان کے پیش رو صدر ٹرمپ نے بھی کیا تھا۔ آنے والے مختصر وقت میں ہم دو میں سے کسی ایک چیز کی توقع کرسکتے ہیں: یا تو حوثی یمن سے سعودی عرب کے شہروں کو اپنے ڈرون اور میزائل حملوں میں نشانہ بنانے کا سلسلہ بند کردیں گے، یہ ایک مثبت پیش رفت ہوگی اور یمن میں جاری بحران کے سیاسی حل کی راہ ہموار کرے گی، یا پھر وہ اپنے میزائلوں اور ڈرونز کو سرحد پار بھیجنے کا سلسلہ جاری رکھیں گے، اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے سعودی عرب اپنے ایف ۱۵ ؍لڑاکا جیٹ کو جوابی کارروائی کے لیے بھیج سکتا ہے۔

مذکورہ بالا دوسری صورت میں اگر حوثی امریکہ کی جنگ بندی کو توڑتے ہیں تو پھر امریکہ کو جنگ میں اپنے وعدے کی پاسداری کے لیے حصہ لینا ہوگا اور سعودی عرب حوثیوں کی جارحیت کے ردعمل میں جوابی کارروائی کرنے کے لیے حق بجانب ہوگا، دونوں صورتوں میں سعودی عرب یمنی تنازع پر قابو پانے کے قابل ہوگا، فطری طور پر ہمارے ذہن میں اس بات میں ذرا سا بھی شبہ نہیں کہ حوثی ایرانیوں کے آلہ کار ہیں، وہ لبنان کی شیعہ ملیشیا حزب اللہ کی طرح ایران ہی کے پروردہ ہیں، اس کا یہ مطلب ہے کہ ایران ہی وہ واحد فریق ہوگا جس کو جنگ بندی یا جنگی منظرنامے میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔

مزید برآں، جو لوگ سعودی عرب اور امریکہ کے درمیان بڑھتے ہوئے فوجی تعاون کے حوالے سے سوال اٹھا رہے ہیں، ان کے سامنے اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ یہ ایک طرح سے بین الاقوامی اتحادوں کی ایک نوعیت یا شکل ہوتی ہے اور مغربی یورپ امریکہ سے اسی طرح کے اتحاد کے ذریعے جڑا ہوا ہے، اس کو امریکہ دوسری عالمی جنگ کے بعد سے روس کے مقابلے میں فوجی تحفظ مہیا کررہا ہے۔ اسی طرح آج کے دن تک جاپان کو امریکہ کا مکمل فوجی تحفظ حاصل ہے، ان ناقدین کو مغرب کے سعودی عرب کے ساتھ دفاعی تحفظ اور فوجی تعاون پر تنقید سے پہلے اس پوری صورت حال کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اب ہم امریکہ میں ڈیموکریٹک پارٹی کی جیت کی بات کرتے ہیں اور یہ کہ اس کے کیا مضمرات ہیں، ڈیموکریٹس کی سعودی عرب کے خلاف ناقدانہ مہم بلاشبہ امریکہ، سعودی تعلقات کے سلسلہ میں صحیح نہیں تھی۔ گذشتہ پانچ سال کے دوران اس جماعت کے ارکان نے مسلسل ریاض کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے، اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ براک اوباما کے دور میں امریکہ کی ایران سے جوہری ڈیل پر سعودی عرب کو اختلاف تھا، اس کے علاوہ یمن میں جنگ، سعودی عرب کی جانب سے مصر کی الاخوان المسلمون کی حکومت کے خاتمے کے بعد حمایت، ڈونالڈ ٹرمپ کا 2016ء میں صدر منتخب ہونے کے بعد ریاض کا سب سے پہلے غیر ملکی دورے کے لیے انتخاب، اس انتخاب کی بنا پر ڈیموکریٹس ان پر جمال خاشقجی کے کیس کو سیاسی رنگ دینے کے لیے حملہ آور ہوتے رہے ہیں، لیکن آج ڈیموکریٹس اقتدار میں ہیں اور وہ سعودی عرب کی اہمیت سے مکمل طور پر آگاہ ہیں، وہ سعودی ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان کی متعارف کردہ تبدیلیوں سے بھی آگاہ ہیں۔

سعودی عرب کا سیاسی نظام اب پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط ہوچکا ہے اور ریاست زیادہ متحرک، فعال اور اہم ہوچکی ہے۔ امریکی اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد سے خطے کے ممالک اپنے بین الاقوامی تعلقات کا بندوبست خود اپنے مفادات کی بنیاد پر کررہے ہیں۔

تاہم ہم امریکہ کے یمنی حوثیوں کا نام دہشت گرد تنظیموں کی فہرست سے حذف کرنے سے متعلق بیانات، سعودی عرب کی فوجی حمایت کے خاتمے اور داخلی امور میں مداخلت سے متعلق بیانات کا کیا تجزیہ کرسکتے ہیں؟ یہ اہم سوال ہے جس کا جواب ہمیں تلاش کرنا ہے۔ (بحوالہ العربیہ ڈاٹ نیٹ)

مشرقِ وسطیٰ میں تجارت؛ امکانات اور اندیشے

سمیر ہاشمی اور اے این روز (بی بی سی لندن)

ابھی واشنگٹن ڈی سی میں ہونے والے متحدہ عرب امارات اور اسرائیل کے درمیان معاہدے کو چھ ماہ بھی نہیں ہوئے ہیں کہ وائٹ ہاؤس میں ایک نیا صدر آگیا ہے اور اسرائیل میں انتخابات دوبارہ سر پر آ کھڑے ہوئے ہیں، تاہم متحدہ عرب امارات اور اسرائیل کے تعلقات بحال کرنے والے اس ''ابراہیم اکارڈز'' نامی اس معاہدے کا مستقبل مستحکم معلوم ہوتا ہے، نہ صرف مراکش اور سوڈان نے ان معاہدوں پر دستخط کردیے ہیں، بلکہ ان ممالک کے درمیان لاکھوں ڈالروں کے کاروباری معاہدات بھی طے پا چکے ہیں، ایک اندازے کے مطابق صرف دسمبر میں ہی ۶۰۰۰۰؍اسرائیلی سیاح دبئی گئے، ان میں وہ وفود شامل نہیں ہیں جو کاروباری مقاصد کے لیے گئے تھے۔

یو اے ای- اسرائیل بزنس کونسل کے بانیوں میں سے ایک یروشلم کی نائب میئر فلوئر حسن ناہوم کا کہنا ہے کہ ''ہم دونوں میں بہت کچھ مشترک ہے۔''

جیسے ہی امن کا اعلان ہوا، لوگ ایک دوسرے کو جاننے کے لیے بے چین تھے، ہم نے واٹس ایپ فورمز اور زوم میٹنگز سے شروعات کی اور اس سب کی اپنی ایک رفتار تھی۔''

دونوں ممالک کے درمیان بینکاری، فنٹوال، سائبر سکیورٹی، اور فوڈ ٹیکنالوجی میں کاروباری معاہدے ہوئے ہیں۔ اب دبئی میں کوشر ریسٹورنٹوں کی تشہیر کی جارہی ہے اور ذاتی دفاع کی اسرائیلی تکنیک کراو ماگا (Krav Maga) کی تربیت کے لیے دو جم کھولے گئے ہیں، کچھ اندازوں کے مطابق ان معاہدوں سے چار ارب ڈالر مالیت کا کاروبار ہوگا۔

ان کاروباری معاہدوں میں سے سب سے پہلے طے ہونے والے معاہدوں میں سے ایک معاہدہ اسرائیلی واٹر سسٹم فلوئنس اور دبئی کی کمپنی الشیواری گروپ کے درمیان ہوا تھا، اس کمپنی کے مالکان میں سے ایک ثانی الشیواری کہتے ہیں کہ یہ معاہدہ ایک انتہائی شاندار ڈیل تھی۔

بی بی سی کے پروگرام ٹاکنگ بزنس سے بات کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ ''ہم ایک ہی زبان بولتے تھے، ہمارے عزائم ایک جیسے تھے اور ہم دونوں ترقی چاہتے تھے، اسرائیل کے پاس ٹیکنالوجی تھی، جہاں تک پانی کی صنعت کا تعلق ہے تو وہ ہم سے تھوڑا آگے تھے۔''

ادھر فلوئنس کے سربراہ بھی اتنے ہی خوش معلوم ہوتے ہیں، اور وہ نہ صرف اس معاہدے بلکہ خطے میں امن سے بھی خوش ہیں، ''کاروبار امن کی طرف ایک راستہ ہوسکتا ہے اور امن ہی کاروبار کی طرف کا راستہ ہے، بطور ایک اسرائیلی اور بطور ایک تاجر مجھے فخر ہے کہ میری اشیاء امن کا راستہ ہموار کررہی ہیں۔

مگر یہ امن معاہدہ ہر کسی کو پسند نہیں آیا، فلسطینیوں کا اس حوالے سے ردعمل فوری تھا اور انھیں غزہ کی سڑکوں پر احتجاج کرتے دیکھا گیا، ادھر فلسطینی اتھارٹی کا کہنا تھا کہ اسرائیلی قبضے کے خاتمے تک کوئی حل نہیں ہوگا۔

اعلان کے بعد متحدہ عرب امارات میں کمپنیوں پر سائبر حملوں میں ۲۵۰؍فیصد تک اضافہ دیکھا گیا۔

کنٹرول رسکس نامی کنسلٹنسی میں مشرقِ وسطیٰ کے سربراہ ولیم براؤن کا کہنا ہے کہ اس حوالے سے بات کرتے ہوئے سیاق وسباق کا خیال رکھنا اہم ہے۔

''ہم ایک ایسے دور میں رہ رہے ہیں، جب گھر سے بیٹھ کر کام کرنا ایک عام بات بن گئی ہے، یہ کہنا شاید مکمل طور پر درست نہیں ہوگا کہ یہ حملے صرف امن معاہدے کی وجہ سے بڑھے ہیں تاہم ظاہر ہے اس کا اثر بھی ہوا ہے۔'' اس کے علاوہ یہ قیاس آرائیاں بھی کی جارہی تھیں کہ سعودی عرب اگلا ملک ہوگا جو اسرائیل کے ساتھ معاہدہ کرے گا مگر اس بات کا امکان اس وقت انتہائی کم ہے۔

اکانمسٹ انٹیلی جنس یونٹ کی رکن ادیاؤ بولاجی ادیو کہتی ہیں کہ موجودہ سعودی بادشاہ کے ہوتے ہوئے میرے خیال میں ایسا ناممکن ہے، وہ سعودی بادشاہ کے بارے میں کہتی ہیں کہ ان کے خیال میں فلسطین کا مسئلہ پہلے حل کرنا ہوگا، پھر آپ اسرائیل کے ساتھ روابط قائم کرسکتے ہیں، اسی لیے اس وقت معاہدے کا امکان نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عرب ممالک میں سعودی عرب سب سے بااثر اور طاقتور ملک ہے، اس لیے اس کے نظریہ کے اثرات تجارتی معاہدوں پر لازمی طور پر پڑیں گے، حالانکہ سعودی عرب نے اسرائیل کے خلاف نرمی کا رویہ اپنایا ہے اور اس نے اسرائیل- متحدہ عرب امارات کے معاہدے کی مخالفت نہیں کی ہے اور کہا جا رہا ہے کہ اسرائیلی طیاروں کو سعودی فضائی حدود سے گزرنے کی اجازت دے کر سعودی عرب یہ پیغام دینا چاہتا ہے کہ آنے والے برسوں میں وہ اسرائیل کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کی کوشش کرسکتا ہے، لیکن سعودی عرب کی شرط شاید یہ ہے کہ اسرائیل پہلے فلسطینیوں کو ان کا حق دے، پھر وہ بات کریں گے۔

دوسری جانب امریکہ کا کہنا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ دوسرے عرب ممالک بھی اسرائیل کے ساتھ امن معاہدہ کریں تاکہ آخرکار اسرائیل اور فلسطینیوں کے مابین معاہدہ ہو اور مغربی ایشیا میں ہمیشہ کے لیے امن قائم ہوسکے۔

خطے کے دوسرے ممالک کی بات کی جائے تو عمان کے ساتھ اسرائیل کے تعلقات پہلے ہی بہتر ہیں اور اب بحرین بھی اسرائیل کے ساتھ ملنے کے لیے تیار نظر آتا ہے، اس لیے عمان ممکنہ طور پر یہ معاہدہ کرسکتا ہے، میرے خیال میں وہ انتظار کررہے ہیں کہ ان معاہدوں پر عرب دنیا میں کیا ردعمل آتا ہے۔

اسرائیل کے مصر اور اردن کے ساتھ کئی سالوں سے امن معاہدے ہیں، مگر یہ عرب ممالک میں بالکل مقبول نہیں تھے، مگر حالیہ معاہدوں کا دونوں ممالک میں کاروباری برادری نے خیر مقدم کیا ہے۔

کئی دہائیوں سے اسرائیل اور متحدہ عرب امارات کے درمیان غیر سرکاری طور پر کاروبار تو ہورہا تھا مگر اب یہ قانونی طور پر ہورہا ہے، ان معاہدوں کی وجہ سے ان ممالک کے باہمی تعلقات میں کیا ردوبدل ہوتا ہے، یہ دیکھنا آئندہ چند سالوں میں انتہائی اہم ہوگا، مگر ایسا لگتا ہے کاروباری برادری نے تو اپنا فیصلہ سنا دیا ہے۔ (یہ مضمون نگار کے ذاتی خیالات ہیں)

سید محمد عادل فریدی

اخبارِ جہاں

ترکی میں ہیلی کاپٹر حادثے میں گیارہ افراد ہلاک

ترکی کے مشرقی صوبہ بیتلیس میں ایک فوجی ہیلی کاپٹر کے گرجانے سے گیارہ افراد ہلاک ہوئے ہیں، ترکی کی وزارت دفاع کی اطلاع کے مطابق ترکی فوج کا ایک کا گر ہیلی کاپٹر جمعرات کو اس وقت حادثہ کا شکار ہوگیا جب وہ بنگول سے تاتوان کی جانب جارہا تھا۔اس حادثے میں گیارہ افراد کی موت ہوئی ہے جبکہ چار لوگ زخمی ہوئے ہیں، اس حادثے میں ترکی فوج کے آٹھویں کور کے سربراہ لیفٹیننٹ جنرل عثمان ارباز بھی ہلاک ہوگئے ہیں۔اس حادثے کے لئے ہیلی کاپٹر میں آئی تکنیکی خرابی اور موسم سے متعلق صورتحال کو ذمہ دار ٹھہرایا جارہا ہے۔(یو این آئی)

نیوزی لینڈ میں شدید زلزلہ؛ سونامی کا خطرہ

نیوزی لینڈ کے شمالی جزیرے کے متعدد حصوں میں آئے شدید ترین زلزلے کے بعد سونامی کی وارننگ جاری کردی گئی ہے۔میڈیا رپورٹ کے مطابق کرماڈیک جزیرے میں چند گھنٹوں کے دوران کئی مرتبہ زلزلے کے تیز جھٹکے محسوس کیے گئے جن میں سے ایک کی شدت 8.1 ریکارڈ کی گئی ہے۔''نیوزی لینڈ ہیرالڈ'' اخبار کے مطابق لوگوں سے ساحلی علاقوں کو خالی کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔امریکہ کے سونامی وارننگ سسٹم کے مطابق ساحلی علاقوں کو تین سے دس فٹ کی بلند سنامی لہروں کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔(یو این آئی)

احمد ابوالغیط عرب لیگ کے جنرل سکریٹری مقرر

عرب لیگ کے ممالک کے وزرائے خارجہ نے بدھ کے روز احمد ابوالغیط کو لیگ کا نیا جنرل سکریٹری مقرر کیا۔انہیں مصر کی طرف سے نامزد کیا گیا تھا۔ نیوز ایجنسی مینا نے سفارتی ذرائع کے حوالے سے بتایا کہ وزرائے خارجہ نے متفقہ طور پر مصر کی نامزدگی کی حمایت کی۔(یو این آئی)

عالمی عدالت کے ذریعہ غرب اردن اور غزہ میں جنگی جرائم کی تحقیقات کا آغاز

عالمی عدالت انصاف کی چیف پراسیکیوٹر نے فلسطینی علاقوں میں مبینہ جنگی جرائم کی باقاعدہ تحقیقات کا آغاز کردیا ہے۔فتابن سودا نے کہا ہے کہ اس معاملے کی تحقیقات کے دوران اسرائیل کے زیرِ قبضہ غربِ اردن، مشرقی یروشلم اور غزہ کی پٹی میں ۱۳؍جون ۲۰۱۴ء سے لے کر اب تک ہونے والے واقعات کا احاطہ کیا جائے گا، گزشتہ ماہ دی ہیگ میں قائم عدالت نے فیصلہ دیا تھا کہ وہ فلسطینی علاقوں پر اپنا فوجداری دائرۂ اختیار بڑھا سکتی ہے، دوسری طرف اسرائیل نے بن سودا کی تحقیقات کے فیصلے کو مسترد کردیا جبکہ فلسطینی حکام نے اس کا خیر مقدم کیا ہے۔واضح ہو کہ عالمی عدالت انصاف (آئی سی سی) کو اختیار ہے کہ وہ ریاستوں اور ان خطوں کی سرزمین پر نسل کشی، انسانیت کے خلاف جرائم اور جنگی جرائم کے مرتکب افراد کے خلاف معاہدۂ روم کے مطابق کارروائی کرے جنھیں اقوام متحدہ تسلیم کرتا ہے، عالمی عدالت کی تشکیل کی بنیاد معاہدۂ روم ہے۔(بی بی سی لندن)

میانمار میں مظاہرین کے خلاف تشدد، ۳۸؍افراد ہلاک

میانمار میں فوج کے اقتدار پر قبضے کے خلاف جاری احتجاج میں بدھ کے روز کم از کم ۳۸؍افراد ہلاک ہوگئے ہیں، جسے اقوام متحدہ نے ایک ماہ قبل ہونے والی بغاوت کے بعد سے اب تک کے سب سے ''خونی دن'' کے طور پر بیان کیا ہے عینی شاہدین نے بتایا کہ سکیورٹی فورسز نے مظاہرین پر ربڑ اور اصلی گولیوں سے فائرنگ کی تاہم فوج نے اموات کی اطلاع پر ابھی تک کوئی تبصرہ نہیں کیا ہے۔واضح رہے کہ میانمار میں فوج کے اقتدار پر قبضے کے خلاف سینکڑوں افراد ملک بھر میں مظاہرے کررہے ہیں۔مظاہرین فوج کی حکمرانی کے خاتمے اور بغاوت کے دوران معزول اور نظر بند کی جانے والی آنگ سان سوچی سمیت ملک کے دیگر منتخب حکومتی رہنماؤں کی رہائی کا مطالبہ کررہے ہیں۔بدھ کے روز ہونے والی ہلاکتوں پر ردعمل دیتے ہوئے برطانیہ نے جمعے کے روز اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا اجلاس طلب کیا ہے جبکہ امریکہ نے کہا کہ وہ میانمار کی فوج کے خلاف مزید کارروائی پر غور کررہا ہے۔(بی بی سی لندن)

سابق فرانسیسی صدر نکولس سرکوزی کو کرپشن کے جرم میں قید کی سزا

فرانس کے سابق صدر نکولس سرکوزی اور ان کے دو ساتھیوں کو بدعنوانی کے الزام میں تین سال قید کی سزا سنائی گئی ہے۔۶۶؍سالہ سرکوزی پر الزام تھا کہ انہوں نے اپنی سیاسی پارٹی میں مجرمانہ تفتیش کے بارے میں معلومات دینے کے بدلے ایک مجسٹریٹ گلبرٹ ایز ربرٹ کو رشوت کے طور پر ایک بڑی نوکری دینے کی پیشکش کی تھی، سرکوزی کے سابق وکیل تھیری ہرزوگ اور ایز ربرٹ کو بھی اسی جرم میں سزا دی گئی ہے، اپنے فیصلے میں جج نے کہا کہ سرکوزی جیل میں سزا پوری کرنے کے بجائے گھر میں الیکٹرانک ٹیگ لگا کر یہ سزا پوری کرسکتے ہیں، توقع ہے کہ سابق صدر اس کے خلاف اپیل کریں گے۔(بی بی سی لندن)

ایران جوہری معائنہ کاروں سے ملاقات کے لیے راضی

عالمی جوہری توانائی ادارے (آئی اے ای اے) کے ڈائریکٹر جنرل رفائل گراسی نے جمعرات کو ویانا میں صحافیوں کو بتایا کہ ایران نے ان تفتیش کاروں سے ملاقات کرنے پر اتفاق کیا ہے جو متعدد مقامات پر یورینیم کی تفتیش کر رہے ہیں۔ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ ایران نے کئی اہم امور پر بات چیت کے لیے اقوام متحدہ کے جوہری معائنہ کاروں سے ملاقات کی پیش کش کو بھی قبول کرلیا ہے۔اس سے قبل ایران نے یورینیم کی افزودگی سے متعلق معائنہ کاروں کے بہت سے سوالات کے جواب دینے سے منع کردیا تھا اور عالمی جوہری معائنہ کاروں کی رسائی معطل کر دی تھی جس پر جرمنی، فرانس اور برطانیہ نے ایک مذمتی قرارداد پیش کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔اسی قرارداد کے رد کے جانے پر اس نئی پیش رفت کا اعلان ہوا ہے، یہ قرارداد آئی اے ای اے کے بورڈ آف گورنرس کے سامنے اسی ہفتے پیش کی جانی تھی، ایران نے فیصلے کا خیر مقدم کیا۔(ڈوئچے ویلے)

ٹی ایم سی نے ۴۲؍مسلم امیدواروں کو ٹکٹ دیا

مغربی بنگال اسمبلی انتخابات کے لئے امیدواروں کے ناموں کی فہرست پیش کرتے ہوئے، وزیراعلی ممتا بنرجی نے اعلان کیا ہے کہ وہ اپنی روایتی اسمبلی حلقے سے انتخاب نہیں لڑیں گی بلکہ نندی گرام سے انتخاب لڑیں گی اور بھوانی پور سے ریاستی وزیر برقیات شوبھن دیب چٹرجی انتخاب لڑیں گے، ممتا بنرجی نے ریاست کے ۲۹۴؍اسمبلی حلقے میں سے ۲۹۱؍اسمبلی حلقے کے لئے امیدواروں کے نام کا اعلان کیا ہے، انہوں نے اپنے انتخابی حلیف جماعت گورکھا جن مکتی مورچہ کے لئے تین نشستیں چھوڑی ہیں، ٹی ایم سی نے اس مرتبہ ۵۰؍خواتین کو ٹکٹ دیا گیا ہے۔۷۹؍ایس سی اور ۱۷؍ایس ٹی کو بھی ٹکٹ دیا گیا ہے۔جب کہ ۴۲؍مسلم امیدواروں کو بھی ٹکٹ دیا گیا ہے، دارجلنگ، کالمپونگ اور کرسیانگ سے گورکھا جن مکتی مورچہ کے امیدوار انتخاب لڑیں گے۔جن اہم امیدواروں کو ٹکٹ دیا گیا ہے کہ ان میں سابق آئی پی ایس آفیسر ہمایوں کبیر، کرکٹر منوج تیواری شامل ہیں۔(یو این آئی)

ریلائنس اپنے ملازمین کے کورونا ویکسی نیشن کا پورا خرچ اٹھائے گی

کورونا کے خلاف ٹیکہ کاری مہم میں اب کارپوریٹ ورلڈ بھی شامل ہوگیا ہے ریلائنس انڈسٹریز کی ڈائریکٹر نیتا امبانی نے ریلائنس کے ملازمین کے نام تحریر کردہ مکتوب میں کہا ہے کہ سبھی ملازمین اور ان کے خاندان کے ممبروں کی ٹیکہ کاری کا پورا خرچ ریلائنس انڈسٹری برداشت کرے گی، انہوں نے خط میں درخواست کی ہے کہ اہل ملازم، حکومت کے ذریعہ چلائی جانے والی ٹیکہ کاری مہم میں جلد از جلد رجسٹریشن کروائیں، محترمہ نیتا امبانی نے ایک بار پھر کہا کہ وہ کورونا کے خلاف لڑائی میں ملک کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑی ہیں۔حکومت ہند کے ذریعہ چلائی جارہی دنیا کی سب سے بڑی کورونا ویکسی نیشن مہم کا ذکر کرتے ہوئے نیتا امبانی نے کہا ''اب یہ کچھ ہی وقت کی بات ہے، ملک کورونا سے جنگ جیت جائے گا۔امید، یقین اور مسرت کے ساتھ ملک ایک نئے دور میں قدم رکھے گا۔'' ریلائنس فاونڈیشن کی چیئرپرسن نیتا انبانی نے ملازمین کو یقین دلایا کہ آپ سبھی کے تعاون سے ہم جلد ہی اس وباء سے نجات پالیں گے۔اس سے پہلے دسمبر ۲۰۲۰ء کے اواخر میں ''ریلائنس فیملی ڈے'' کے موقع پر نیتا امبانی اور ریلائنس کے مالک مکیش امبانی نے کہا تھا کہ جیسے ہی ضروری اجازت ملے گی، وہ ریلائنس کے ملازمین اور ان کے کنبہ کے افراد کے لیے ٹیکہ کاری مہم شروع کریں گے۔(یو این آئی)

یو پی ایس سی، سی ایس ای پری لمس امتحان کا نوٹیفکیشن جاری

یو پی ایس سی نے پری لمس اگزام (سول سروس کے ابتدائی امتحانات) ۲۰۲۱ء کا نوٹیفکیشن جاری کردیا ہے۔پری لمس امتحان ۲۷؍جون سے منعقد کیے جائیں گے۔خیال رہے کہ انڈین ایڈمنسٹریشن سروس (IAS)، انڈین پولیس سروس (IPS) اور انڈین فارن سروس (IFS) کے لیے سال میں ایک بار یہ امتحان منعقد ہوتا ہے۔اس امتحان کے تین مرحلے ہوتے ہیں؛ (۱) پری لمس اگزام (۲) مین اگزام اور (۲) انٹرویو

امیدوار پری لمس امتحان کے لیے ۲۴؍مارچ کو شام چھ بجے تک فارم بھر سکتے ہیں۔فارم یو پی ایس سی کی آفیشیل ویب سائٹ upsconline.nic.in پر آن لائن بھرا جائے گا۔فارم بھرنے کے سلسلہ میں تفصیلی ہدایات ویب سائٹ پر موجود ہیں۔پری لمس امتحان کے لیے فارم کی فیس ایک سو روپے ہے۔خواتین، معذور افراد اور ایس سی ایس ٹی کو فیس میں چھوٹ دی گئی ہے۔(این ڈی ٹی وی نیوز بیورو)

اگنو میں OPENMAT اور (.B.Ed) میں داخلہ کے لیے درخواستوں کا سلسلہ شروع

اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونیورسٹی (IGNOU) نے اوپن میٹ (OPENMAT) اور بی ایڈ (.B.Ed) میں داخلے کے لیے درخواستیں لینے کا سلسلہ شروع کردیا ہے۔یونیورسٹی نے رجسٹریشن کی آخری تاریخ ۲۰؍مارچ ۲۰۲۱ء مقرر کی ہے۔ان دونوں داخلہ امتحانوں کے لیے آپ اگنو کی آفیشیل ویب سائٹ پر جا کر درخواست دے سکتے ہیں۔واضح ہو کہ ایم بی اے پروگرام میں داخلہ کے لیے ہونے والے امتحان کو OPENMAT کہا جاتا ہے۔جنرل کیٹیگری کے امیدوار جنہوں نے پچاس فیصد نمبرات کے ساتھ گریجویشن کیا ہے وہ اس کے لیے درخواست دے سکتے ہیں، ریزروڈ کیٹگری کے لیے یہ حد ۴۵؍فیصد ہے۔بی ایڈ پروگرام میں داخلہ کے لیے سائنس/سماجیات/کامرس/ہیومنٹیز میں بیچلر یا ماسٹر ڈگری میں کم از کم پچاس فیصد نمبر ہونا لازمی ہے۔

اہل قلم سے چند معروضات

آپ کا محبوب ہفتہ وار جریدہ ''نقیب'' امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا قدیم ترجمان ہے، جس میں امارت شرعیہ کی سرگرمیوں کے علاوہ دیگر ملی وقومی خبروں، اخبار عالم ومسلم دنیا کے احوال، کتابوں پر نقد وتبصرہ، یادگار زمانہ شخصیتوں کے احوال کے علاوہ مختلف دینی، علمی، تعلیمی، تہذیبی، ادبی، سیاسی، سماجی، معاشرتی، ملی وعالمی مسائل وموضوعات پر بیش قیمتی مضامین شائع کیے جاتے ہیں۔ان موضوعات پر مضمون نگار حضرات اپنی نگارشات اشاعت کے لیے ارسال فرمائیں، البتہ اپنی تحریریں بھیجتے وقت درج ذیل امور کا خیال رکھیں۔

☆ مضمون غیر مطبوعہ بھیجیں، ہاں اگر کسی دیگر اخبار ومجلہ میں ارسال کرنا ہو تو نقیب میں اشاعت کے بعد ارسال کریں۔

☆ مضمون نقیب کے معیار اور ادارہ کی پالیسی کے مطابق ہو۔

☆ مرسلہ مضمون کی کاپی خود بھی اپنے پاس رکھیں، کیوں کہ عدم اشاعت کی صورت میں مضمون واپس نہیں کیا جائے گا۔

☆ اختلافی موضوعات اور متنازعہ فیہ مسائل پر مضامین کی اشاعت کی گنجائش نہیں ہے۔

☆ قابل اشاعت مضامین حسب ترتیب اور موقع ایڈیٹوریل ریویو کے بعد ہی شائع ہوں گے۔

☆ اپنے مضامین نقیب کے ای میل naqueeb.imarat@gmail.com پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

زمین سروے کے کام میں سرکاری ملازمین کا تعاون کریں: مولانا محمد شبلی القاسمی

اپنی ذاتی زمین کے سروے میں دلچسپی کے ساتھ مذہبی مقامات کا سروے بھی جوابدہی کے ساتھ کرائیں

اس وقت بہار کے کئی اضلاع بیگوسرائے، کھگڑیا، لکھی سرائے جہان آباد، اروَل، شیوہر، کشن گنج، ارریہ، کٹیہار، پورنیہ، سیتامڑھی، سوپول، سہرسہ، مدھے پورہ، مغربی چمپارن، بانکا، جموئی، شیخ پورہ، مونگیر، نالندہ اور بانکا میں زمین کے سروے کا کام چل رہا ہے، سرکار نے اپنے کئی نوٹی فکیشن کے ذریعہ لوگوں کی اس طرف توجہ دلائی ہے کہ سروے کے کام میں دلچسپی لیں اور اپنی اپنی جائداد کا سروے سرکار کے ذریعہ متعین علاقائی ملازمین (کرمچاری) کے ذریعہ ضرور کرائیں۔ امارت شرعیہ بھی لوگوں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اس اہم کام پر فوری توجہ دیں اور جہاں سروے کا کام ہو رہا ہے وہاں اپنی اپنی زمینوں کے سروے کا کام کرائیں اور اس کام میں سرکاری ملازمین کا تعاون کریں۔ یہ باتیں امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اپنے ایک بیان میں کہیں۔ مولانا موصوف نے کہا کہ جس طرح سے لوگ اپنی ذاتی زمین پر توجہ دیتے ہیں اور ساتھ لگ کر سروے کراتے ہیں، اسی طرح مسلمانوں کی عام جائداد اور مذہبی مقامات مثلاً مسجد، قبرستان، خانقاہ، مزار، امام بارہ، مدرسہ اور دیگر مذہبی مقامات کی زمینوں کا بھی پوری دلچسپی اور توجہ سے سروے کرانا چاہئے۔ عام طور پر سننے میں آ رہا ہے کہ ذاتی زمینوں سے تو دلچسپی ہوتی ہے، لیکن قومی امانت اور مذہبی مقامات کے سروے سے متولیان کو اس قدر دلچسپی نہیں ہوتی ہے۔ اس عدم دلچسپی کی وجہ سے مسجد، قبرستان، مزار، امام باروں، خانقاہوں یا مدرسوں کی زمین سرکاری سروے میں اپنے اصل نام سے درج نہیں ہو پائے گی تو مستقبل میں اس کی وجہ سے کئی طرح کی پریشانی ہو سکتی ہے، اس لیے اس کام کو ضروری اور اپنی ذمہ داری سمجھ کر ضرور انجام دیں۔ جناب قائم مقام ناظم صاحب نے امارت شرعیہ کے ذیلی دفاتر کے ذمہ داروں، قضاۃ، نقباء، نائبین نقباء اور ضلع و بلاک سطح کے ذمہ داروں سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقہ کی مسجدوں قبرستانوں اور دیگر مذہبی و قومی مقامات کی زمینوں کا سروے کرائیں، زمینوں کو صحیح ناموں، کھاتا خسرہ، توزیع، رقبہ اور چوحدی وغیرہ کی پوری تفصیل کے ساتھ سرکار کے رجسٹر میں درج کرائیں اور سرکاری کرمچاریوں کا سروے کے کام میں تعاون کریں۔ خانہ پُری کے وقت زمین کے مالکان یا متولیوں کو خود زمین پر موجود رہنا چاہئے، زمین کی حد بندی، میٹر وغیرہ ٹھیک کر دیں، جہاں تک زمین ہے اس کی صحیح نشاندہی کریں، ضرورت پڑنے پر چوحدی بتائیں اور خود جا کر کرمچاری کو چوحدی دکھا دیں، مطلوبہ کاغذات مثلاً جمع بندی، مالگزاری کی رسید، کھتیان کی نقل وغیرہ تیار رکھیں اور مانگنے پر اس کی عکسی کاپی دیں۔

جھارکھنڈ میں امارت شرعیہ کی تعلیمی تحریک و تحفظ اردو عشرہ اختتام پذیر

۱۵/مارچ کو اربا میں امارت پبلک اسکول کا سنگ بنیاد، ۱۳/۱۴/مارچ کو رانچی میں مشاورتی اجلاس

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کے زیر اہتمام بنیادی دینی تعلیم کے فروغ، معیاری عصری تعلیم گاہوں کے قیام اور اردو زبان کے تحفظ کی تحریک جو گزشتہ ۲۰/فروری سے یکم مارچ تک جاری تھی، اب اپنے اختتام کو پہونچ چکی ہے، جس کے تحت پورے صوبہ جھارکھنڈ کے ہر ضلع میں خواص پر مشتمل مشاورتی اجلاس منعقد کیا گیا، جس کے اثرات پورے صوبے جھارکھنڈ میں محسوس کیے جا رہے ہیں، اور اس سے ملک بھر کے عوام و خواص کو کام کرنے میں بڑی رہنمائی مل رہی ہے، اور حالات کے پیش نظر ترجیحی کاموں کا ایک معیاری نہج بھی میسر آیا ہے، مکاتب کے قیام، اردو زبان کے تحفظ اور سی بی ایس ای کی طرز پر اسکول کھولنے کے لیے ہر ضلع میں کمیٹیاں بنائی گئیں، ممبران، صدر اور سکریٹری چنے گئے، عوامی بیداری لائی گئی اور صوبہ جھارکھنڈ کے ۲۴/اضلاع میں مشاورتی اجلاس کا انعقاد عمل میں آیا، اب ان کمیٹیوں کے ذمہ دار علماء، ملی و سماجی کارکنان، دانشوران اور نمائندہ شخصیات کا دو روزہ مشاورتی اجلاس صوبہ جھارکھنڈ کے شہر رانچی میں مورخہ ۱۳/اور ۱۴/مارچ کو ہونے جا رہا ہے، جس کی تیاریاں زور و شور سے جاری ہیں، اس دو روزہ اجلاس میں اردو کے پروفیسرز، اساتذہ، اردو تحریک سے وابستہ شخصیات، صحافی و ادیب، ماہرین تعلیم، علماء، سماجی کارکنا اور ائمہ مساجد کو خاص طور پر جوڑا گیا ہے۔ یہ دونوں اجلاس امیر شریعت بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی صدارت میں منعقد ہوں گے۔ اجلاس میں مرکزی دفتر امارت شرعیہ سے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی، صاحب، نائب ناظم و مدیر ہفتہ وار نقیب مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی، مولانا مفتی محمد سہراب ندوی قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ، مولانا سہیل اختر قاسمی نائب قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ اور مولانا سید محمد عادل فریدی بھی شریک ہوں گے۔ اجلاس کے کنوینر مولانا مفتی محمد انور قاسمی قاضی شریعت دارالقضاء رانچی نے بتایا کہ اجلاس کی تیاریاں زور و شور سے جاری ہیں اور دعوت نامے جاری کیے جا رہے ہیں، جھارکھنڈ کی عوام میں حضرت امیر شریعت کی آمد کے تعلق سے بہت زیادہ جوش و خروش ہے اور عوام و خواص اپنے امیر کے استقبال کے لیے دیدہ و دل فرش راہ کیے ہوئے ہیں۔ اس اجلاس کو کامیاب و با مقصد بنانے کے لیے مولانا مفتی محمد نذر توحید مظاہری قاضی شریعت چترا، مولانا مفتی شاہد قاسمی قاضی شریعت دھنباد، مولانا سعود عالم قاسمی قاضی شریعت جمشید پور، مولانا کلیم اللہ مظہر قاضی شریعت چترپور، مولانا نسیم قاسمی قاضی شریعت کوڈرما، مولانا ثناء اللہ قاسمی قاضی شریعت ہزاری باغ، مولانا عمر فاروق قاسمی قاضی شریعت لوہردگا، مولانا شمس الحق قاسمی قاضی شریعت گریڈیہ سمیت جھارکھنڈ کے سبھی قضاۃ کرام اور ذمہ داران کافی محنت کر رہے ہیں۔ اجلاس کی تیاریوں کا جائزہ لینے اور مقامی ذمہ داروں کا ہاتھ بٹانے معاون ناظم امارت شرعیہ مولانا قمر انیس قاسمی پہلے ہی جھارکھنڈ تشریف لے جا چکے ہیں۔ اسی موقع پر مورخہ ۱۵/مارچ کو رانچی کے اربا میں امارت پبلک اسکول کا سنگ بنیاد بھی حضرت امیر شریعت مدظلہ کے ہاتھوں رکھا جائے گا۔ واضح ہو کہ جھارکھنڈ میں پہلے سے ہی سی بی ایس ای کے طرز پر امارت پبلک اسکول کے برانڈ نیم سے دو اسکول نگڑی اور گریڈیہ میں پہلے سے قائم ہیں اور تعلیم و تربیت کی بہتر خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اب اس نام سے یہ تیسرا اسکول قائم ہونے جا رہا ہے۔ اسکول کے قیام کے فیصلہ سے علاقے کے لوگوں میں خوشی کی لہر ہے اور اس کو جھارکھنڈ کی عوام خاص طور پر یہاں کی مسلم آبادی کے لیے امارت شرعیہ کا ایک بڑا تحفہ قرار دیا جا رہا ہے۔

ترغیب تعلیم و تحفظ اردو کے تحت ۱۰/مارچ کو موتیہاری میں اجلاس

ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا یہ فریضہ ہے کہ ہم اپنی زندگی اسلامی تعلیمات کے سانچہ میں ڈھالیں، اپنے معاشرہ کو صالح بنانے کی کوشش کریں، اپنے بچے اور بچیوں کو تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کریں، اپنے تمام تر معاملات شریعت اسلامیہ کے مطابق حل کرانے کی جدوجہد کریں، اپنے معاشرہ کو مکمل خواندہ بنائیں، ناخواندگی کو دور کرنے کی پہل کریں، اپنی زبان اردو جس میں ہمارے دین و مذہب کا بڑا سرمایہ محفوظ ہے اور جو ہماری ملی شناخت اور تہذیب کی علامت ہے اس کی حفاظت و بقاء اور ترقی و ترویج کی کوشش کریں۔ اسی پیغام کو لے کر تنظیم امارت شرعیہ موتیہاری کے زیر انتظام نقباء، نظماء علماء و ائمہ کرام کا ایک نمائندہ اجلاس امارت شرعیہ کی ریاست گیر تحریک برائے ترغیب تعلیم و تحفظ اردو کے تحت صوبہ بہار کے تاریخی، علمی و قدیم شہر موتیہاری میں ۱۰/مارچ ۲۰۲۱ء روز بدھ کو بعد نماز مغرب بمقام سلام نگر، نک چھیدٹولہ، نزد این ایچ ۲۸/موتیہاری منعقد ہو رہا ہے۔ اجلاس کی صدارت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ العالی امیر شریعت بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ، سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر و جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ فرمائیں گے۔ اجلاس میں مولانا مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ، مولانا مفتی ریاض احمد صاحب استاد جامعہ رحمانی مونگیر، مولانا اطہر جاوید قاسمی صاحب قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ ڈھاکہ کے علاوہ مقامی علماء کرام و دانشوران ملک کے موجودہ مسائل اور ان کے حل پر گفتگو فرمائیں گے۔ اس اجلاس کے انعقاد کی ذمہ داری تنظیم امارت شرعیہ کی مقامی کمیٹی کے سپرد ہے۔ اجلاس کی تیاریاں زور و شور سے جاری ہیں۔ حضرت امیر شریعت مدظلہ کی آمد سے اہل چمپارن میں کافی جوش و جذبہ دیکھا جا رہا ہے۔

مستقبل کے مسائل کا مقابلہ کرنے کے لیے سرکردہ علماء و دانشوران کی اہم میٹنگ

”جرگہ برائے مضبوط انڈیا“ کے زیر عنوان خصوصی کمیٹی کا قیام، سیاسی، سماجی اور معاشی مسائل زیر بحث

نئی دہلی کے انڈیا اسلامک کلچرل سینٹر میں ملک کے سرکردہ مسلم رہنما، علماء اور دانشوران نے ۳/مارچ ۲۰۲۱ء کو ایک خصوصی میٹنگ میں شرکت کی جسے ”جرگہ برائے مضبوط انڈیا“ کا عنوان دیا گیا۔ یہ میٹنگ آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس میٹنگ میں علماء و دانشوران نے ملک و ملت کے موجودہ حالات اور مستقبل میں پیش آنے والے مسائل کا مقابلہ کرنے کے سلسلے میں تفصیلی گفتگو کی۔ مسلمانوں کی سیاسی، سماجی اور معاشی پستی و بدحالی کو دور کرنے کے تئیں غور و خوض ہوا اور ایک لائحہ عمل طے کرنے کی کوشش سامنے آئی۔ سرکردہ رہنماؤں کا کہنا تھا کہ موجودہ صورت حال ملک کیلئے اور بالخصوص مسلمانوں کیلئے بہت سنگین ہیں۔ آنے والے حالات اس سے بھی زیادہ مشکل ہوں گے۔ اس لیے اب ضروری ہو گیا ہے کہ ہم سب ایک ساتھ کوئی منصوبہ بنائیں اور اسے عملی جامہ پہنائیں، میٹنگ میں شریک قائدین اور دانشوران نے اتفاق رائے سے یہ تجاویز پاس کیں کہ یہ جرگہ مسلمانوں کے درمیان سیاسی، سماجی اور ملی ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کرے گا تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جا سکے کہ ان کے بنیادی حقوق اور شناخت محفوظ رہیں۔ جرگہ کمزور طبقات، اقلیتوں، او بی سی، شیڈول کاسٹ اور شیڈول ٹرائب کی مدد کرنے کی کوشش کرے گا، اس کے علاوہ تمام کمزور طبقات یعنی اقلیتوں، مسلمانوں، دلتوں، کسانوں، مزدوروں، چھوٹے تاجروں اور دیگر غیر منظم گروپ کی سیاسی آواز کو مشترکہ طور پر مضبوط کرنے کی کوشش ہوگی، جرگہ شہریت ترمیمی قانون، این آر سی، این پی آر، کسانوں سے متعلق قانون اور دیگر سبھی غیر آئینی قانون کی مخالفت کرے گا ان تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سابق چیف الیکشن کمشنر ایس وائی قریشی کی سربراہی میں ایک کمیٹی بھی تشکیل دی گئی، جس کا کنوینر سپریم کورٹ کے سینئر وکیل محمود پراچہ کو بنایا گیا ہے، کمیٹی کے ممبران میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی، ڈاکٹر ظفر الاسلام خان سابق چیئرمین دہلی اقلیتی کمیشن، مولانا خلیل الرحمان سجاد نعمانی رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ، مولانا کلب جواد، مفتی مکرم شاہی امام فتح پوری مسجد دہلی سمیت متعدد اہم شخصیات کے نام شامل ہیں، ان حضرات کے علاوہ سید سرور چشتی سجادہ نشیں خادم درگاہ اجمیر شریف، مفتی شعیب اللہ مفتی مہتمم مدرسہ مسیح العلوم بنگلورو، مولانا عبید اللہ خان اعظمی سابق راجیہ سبھا ایم پی، مولانا فضل الرحمٰن مجددی مہتمم جامعہ ہدایت العلوم جے پور، مولانا ابو طالب رحمانی جنرل سکریٹری تفہیم شریعت کولکاتا، سراج الدین قریشی صدر انڈیا اسلامک کلچرل سینٹر نئی دہلی، مفتی منظور ضیائی مشیر حاجی علی درگاہ ممبئی، مولانا عبدالحمید نعمانی جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت، میر علی رضا صدر انجمن اسلامیہ بنگلور، ڈاکٹر جنید حارث پروفیسر جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی، ڈاکٹر تسنیمہ احمدی وکیل سپریم کورٹ آف انڈیا، فرید شیخ صدر امن کمیٹی ممبئی، بہادر عباس نقوی صدر انجمن حیدری دہلی، ڈاکٹر مفتی اعجاز ارشد قاسمی جنرل سکریٹری پیس فاؤنڈیشن دہلی، شمس تبریز قاسمی چیف ایڈیٹر ملت ٹائمز نے میٹنگ میں حصہ لیا، علاوہ ازیں ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ ڈاکٹر وجاہت حبیب اللہ سابق چیف انفارمیشن کمیشن حکومت ہند نے بھی میٹنگ میں حصہ لیا۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہو گئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168

Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233

رابطہ اور واٹس آپ نمبر Mobile: 9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔

Facebook Page: http//@imaratshariah

Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ مزید مفید دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ @imaratshariah کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

تعزیتی کلام

برسانحۂ ارتحال حضرت الاستاذ مولانا عبدالجلیل قاسمیؒ

قاضی شریعت امارتِ شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

حضرتِ قاضی بھی ہم سے آج رخصت ہوگئے
مخلص و ہمدرد اک استاذ رخصت ہوگئے
وار کر سب کچھ قضاء کا باب روشن کر گئے
منصبِ قاضی کے وہ سرتاج رخصت ہوگئے
بابصیرت عالمِ دیں میں مقام ان کا رہا
وہ نمایاں ذات ، وہ ممتاز رخصت ہوگئے
زندگی ان کی کٹی خوفِ خدا میں بالیقیں
بزرگانِ دین کی وہ لاج رخصت ہوگئے
شاذ و نادرشخصیت تھے قاضیوں کے درمیاں
حاملِ عجز و تواضع آج رخصت ہوگئے
وہ قضاء کی تربیت میں رَہ بھی تھے رہبر بھی تھے
وہ ہمارے رہبر و منہاج رخصت ہوگئے
معاملہ فہمی کاملکہ حق تعالیٰ نے دیا
آزمودہ کار وہ نباض رخصت ہوگئے
ان کا وہ اظہارِ نادانی ستاتا ہے ہمیں
وہ سبھی معصوم سے الفاظ رخصت ہوگئے
ان کی خدمت کو بھلایاجا نہیں سکتا کبھی
ماہرِ فن، صاحبِ اعزاز رخصت ہوگئے
فیض ان سے پانے والے ہر کوئی مغموم ہیں
آہ! حیدر آج وہ فیاض رخصت ہوگئے

(مولانا اشتیاق حیدر قاسمی سمستی پوری)

بقیہ مغرب میں اردو افسانہ نگاری کا آغاز

کہنے کا مقصد بس یہ ہے کہ صرف مغرب میں آباد کچھ عمر دراز لوگوں کے جذباتی مسائل کی پیش کش ابتدائی افسانوں میں بھلے ہی قابل قبول رہی ہو مگر اب مغرب کا اردو افسانہ بھی نئی حقیقتوں سے آنکھیں ملا رہا ہے۔

مغرب میں اردو افسانے کے آغاز سے متعلق سب سے آخری مگر اہم بات یہ ہے کہ اس کا مستقبل پوری طرح محفوظ نہ کل تھا نہ آج ہے، وہاں جب افسانہ نگاری شروع ہوئی تو اس کی باگ ڈور ان لوگوں کے ہاتھ میں تھی جو کسی نہ کسی طور پر اپنی جڑوں سے جذباتی وابستگی رکھتے تھے۔ ایسے میں افسانہ لکھنا صرف ایک شغل نہیں تھا بلکہ یادوں کے آئینہ خانے میں جھانک کر یاد ماضی سے لطف اندوز ہونے کا ایک وسیلہ اور سلسلہ بھی تھا۔ یہ ایک نسل کی ایک طرح سے مجبوری بھی تھی چونکہ اس کے پاس جڑوں سے رشتہ جوڑنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا، جس معاشرے میں وہ نسل آئی تھی وہ اول تو انھیں پوری طرح قبول کرنے پر آمادہ بھی نہیں تھا۔ دوسرے وہ خود بھی کلچر کے فرق کو عبور کر کے نئے معاشرے میں Mix کرنے پر تیار نہیں تھے۔

اس طرح گویا ایک دوطرفہ عمل تھا جس کے سبب ایک پوری نسل جو زیادہ سے زیادہ پینتیس چالیس سال کے وقفے میں گزرتی ہے، اس طرح کے نشیب وفراز کو جھیلتی رہی اور اس کے درد کا اظہار افسانوں میں بھی ہوتا رہا۔ مغرب میں اردو افسانے کے ابتدائی نقوش اسی صورتحال کا آئینہ ہیں مگر 1990ء کے آس پاس نظر دوڑائیے تو یہ صورتحال بدل جاتی ہے، جیسا کہ میں نے پہلے کہا اول تو ایک نئی نسل سامنے آتی ہے، جو مغرب میں ہی پیدا ہوئی اور پروان چڑھی ہے۔ دوسرے پرانے لکھنے والوں میں بھی، بعض کو چھوڑ کر نئے حالات سے سمجھوتہ کر لینے کا ایک رجحان ابھرتا ہے۔

فی الحال مغرب میں اردو افسانے کے ابتدائی نقوش سے متعلق تین باتیں ہی تسلیم شدہ کہی جاسکتی ہیں۔ اول یہ کہ وہاں افسانہ نگاری کا آغاز ان تارکین وطن کے قلم سے ہوا جو برصغیر کے مختلف ملکوں سے یہاں آئے تھے اور جن میں سے اکثر اپنے آبائی وطن میں بھی کسی نہ کسی طور پر علم وادب سے وابستہ رہے تھے۔ دوم یہ کہ مغرب کے ابتدائی اردو افسانوں میں زیادہ تر ناسٹلجیائی جذبات کا اظہار ملتا ہے اور بہت کم افسانہ نگار ایسے ہیں جنھوں نے اپنے گردوپیش یا داخل کی دنیا سے باہر دیکھنے کی کوشش کی ہے۔

تیسرے یہ کہ خواتین کی ایک بڑی تعداد ابتدا سے ہی مغرب کے اردو افسانوں کے فروغ میں حصہ لیتی رہی ہے اور ان میں سے بعض ایسی ہیں جنھوں نے اردو افسانے کی عمومی تاریخ میں بھی اپنی جگہ محفوظ کر لی ہے، گرچہ یہ بات بعض دوسرے افسانہ نگاروں پر بھی صادق آتی ہے مگر مجموعی طور پر مغرب میں اردو افسانے کا آغاز نہ تو بہت قدیم ہے نہ بہت وسیع۔ البتہ اس کے Shades برصغیر کے افسانوں سے الگ ضرور ہیں ایک خوش آئند بات ادب کے نقطۂ نظر سے یہ ہے کہ ہجرت کا سلسلہ ابھی جاری ہے اور برصغیر کے مختلف ملکوں سے آنے والے کچھ نئی نسل کے فنکار بھی افسانہ نگاری کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔

اعـــلان مفقــود الخبــری

معاملہ نمبر۸۲/۲۳۳۶/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ جمشید پور)

نزہت پروین بنت محمد جمال انصاری مقام پاساڈونگری ڈاکخانہ کپالی جلع کیلا کھرساواں۔ فریق اول

بنام

شہید خان (کرم) ولد انیس خان مقام کمار گوڑا ڈاکخانہ کپالی ضلع سرائے کیلا کھرساوان۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ جمشید پور میں عرصہ ڈھائی سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۵/شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ مطابق ۸/اپریل ۲۰۲۱ء بروز جمعرات بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر۷/۲/۲۷/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ شکر پور بھرواره دربھنگہ)

کہکشاں بیگم بنت مقصود عالم مرحوم مقام وڈاکخانہ جالے ضلع دربھنگہ۔ فریق اول

بنام

محمد اقبال عالم ولد محمد منصور عالم مقام وڈاکخانہ جالے ضلع دربھنگہ۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء مدرسہ اسلامیہ شکر پور بھرواره میں عرصہ ڈیڑھ سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۸/شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۱/اپریل ۲۰۲۱ء بروز اتوار بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر۷/۱۲۴۵/۱۴۴۱ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ کٹیہار)

ثمیرہ خاتون بنت محمد مختار مقام دیاپور، ڈاکخانہ مورسنڈہ، ضلع کٹیہار۔ فریق اول

بنام

محمد شمشیر عالم ولد محمد فاروق مقام پوکھریا ٹولہ کمارکھنڈ، ڈاکخانہ کمارکھنڈ، ضلع مدھے پورہ۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعہ کٹیہار میں عرصہ ڈیڑھ سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۲/شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ مطابق ۶/اپریل ۲۰۲۱ء بروز منگل بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر۱۴/۵۰۸/۱۴۴۱ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ بارہ عیدگاہ پورنیہ)

بی بی شازیہ خاتون بنت محمد حسیب مقام دیودھا ڈاکخانہ گڑھیلی ضلع پورنیہ۔ فریق اول

بنام

محمد توحید ولد محمد شکیل (محمد سکیم خان) مقام مراد باغ ڈاکخانہ گڑھیلی ضلع پورنیہ۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ بارا عیدگاہ پورنیہ میں غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۷/شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۰/اپریل ۲۰۲۱ء بروز سنیچر بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

طب وسائنس

پالک کے صحت بخش فوائد

پالک گھروں میں پکائی جانے والی ایک عام سبزی ہے جس کے بیش بہا طبی فوائد ہیں۔اس سے بنے لذت بھرے کھانے آپ کو صحت مند رکھنے میں اہم کردارادا کرتے ہیں۔پالک (Spinach) سبز پتوں والی سبزی ہے، جس کی ابتدائی کاشت فارس میں ہوئی۔پالک کو بھی صحت بخش سبزی سمجھتے ہیں اور اسے فولاد یعنی آئرن سے بھرپور سمجھا جاتا ہے۔

اس کی وجہ شاید 1930ء میں متعارف کرائی جانے والی ایک کارٹون سیریز ''پوپئے دی سیلر'' تھی۔اس زمانے میں پالک کی فروخت اور اس کے استعمال میں بے بہا اضافہ ہوا۔

سُپر فوڈز میں سرفہرست شمار کیے جانے والے پالک کو تیار کرنے کے بہت سارے طریقے ہیں۔آپ اسے پکا کر یا کچا بھی کھا سکتے ہیں۔اس میں بہت سارے وٹامنز اور معدنیات موجود ہیں جو کینسر جیسی بیماریوں کا خطرہ کم کرنے اور دیگر متعدد فوائد فراہم کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

اب آیئے! پالک کے فوائد پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

صحت بخش غذائی اجزاء سے بھرپور

ہری سبزیوں، خاص طور پر پالک میں کسی بھی دوسری سبزی کے مقابلے میں زیادہ غذائی اجزاء پائے جاتے ہیں۔ پکی ہوئی ایک کپ پالک 41 کیلوری پر مشتمل ہوتی ہے جبکہ اس میں وٹامن 'اے' اور 'کے' کی غیر معمولی مقدار بھی ہوتی ہے۔اس کے علاوہ پالک انسانی جسم کو روزانہ کی بنیاد پر درکار اجزاء کی ضرورت پوری کرتی ہے۔

☆ پالک میں ناقابل استعمال ریشہ یعنی فائبر بہت زیادہ ہوتا ہے، جو آپ کی صحت کو کئی طریقوں سے بہتر کرسکتا ہے۔اس سے اجابت (اسٹول) آرام سے ہوتی ہے اور قبض کو دور کرنے میں مدد ملتی ہے۔

☆ پالک میں کیروٹینائڈز کی مقدار زیادہ ہوتی ہے، جسے آپ کا جسم وٹامن اے میں بدل سکتا ہے۔

☆ وٹامن سی ایک طاقتور اینٹی آکسیڈینٹ ہے، جو جلد کی صحت اور قوت مدافعت کو فروغ دیتا ہے۔

☆ وٹامن K1 خون جمنے کے لیے ضروری ہے۔خاص طور پر، پالک کا ایک پتا آپ کی روزانہ کی نصف ضرورت پوری کرسکتا ہے۔

☆ فولک ایسڈ کو فولیٹ یا وٹامن بی 9 کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔یہ کمپاؤنڈ حاملہ خواتین کے لیے بہت ضروری ہے اور عام خلیوں کے افعال اور پٹھوں کی افزائش میں بھی معاون ہے۔

☆ پالک آئرن جیسے ضروری معدنی عنصر کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔آئرن ہیموگلوبن بنانے میں مدد کرتا ہے، جو آپ کے جسم کے ٹشوز یا عضلات میں آکسیجن پہنچاتا ہے۔

☆ کیلشیم ہڈیوں کی صحت، اعصابی نظام، دل اور پٹھوں کے اہم سگنلنگ مالیکیول کے لیے ضروری ہے۔

بیماریوں کے خلاف مزاحمت

پالک میں موجود کیلشیم آپ کی ہڈیوں کو چوٹ کے خلاف لڑنے کے لئے مضبوط بنانے میں مدد دیتا ہے جبکہ وٹامن اے، وٹامن سی، فائبر، فولک ایسڈ اور دیگر غذائی اجزاء بڑی آنت اور چھاتی کے کینسر کے خلاف لڑتے ہیں۔پالک خون میں پروٹین کی نقصان دہ سطح کو کم کرنے میں بھی مدد کرتا اور ہائی بلڈ پریشر اور امراض قلب سے بچاسکتا ہے۔پالک میں موجود لیوٹین (Lutein) ایک خاص جزو ہے، جو موتیا اور نظر خراب کرنے والے عوامل کے خلاف لڑنے میں مدد کرتا ہے۔موتیا زائد العمر افراد میں بصارت سے محرومی کی سب سے بڑی وجہ ہے۔

جلد کیلئے بہترین

پالک طاقتور اینٹی آکسیڈنٹس سے بھرپور ہوتا ہے، جو جِلد کے خلیوں کی معمول کی نشوونما اور اسے صحت مند رکھنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔پالک کے فوائد میں کولاجن کی پیداوار میں اضافہ بھی شامل ہے، جو جِلد کو لچکدار رکھنے میں مدد کرتا ہے اور اس پر جھریوں اور باریک لکیروں کو نمودار ہونے سے روکتا ہے۔ پالک میں موجود وٹامن اے آپ کی جِلد کو سوکھے پن، چنبل اور یہاں تک کہ مہاسوں کے خلاف لڑنے میں نمی فراہم کرتا ہے۔

کینسر سے بچاؤ

پالک میں دو اجزاء MGDG اور SQDG پائے جاتے ہیں، جو کینسر کی افزائش کو کم کرسکتے ہیں۔ایک مطالعے میں ان مرکبات نے ایک خاتون میں نہ صرف ٹیومر کی رفتار سست کرنے میں مدد کی بلکہ ٹیومر کے سائز کو بھی کم کیا۔کئی تحقیقات سے یہ بات سامنے آئی کہ پالک کے استعمال سے پروسٹیٹ کینسر کے خطرے کو کم کیا جاسکتا ہے۔

یہ ہری سبزی کھانے سے چھاتی کے کینسر سے بچنے میں بھی مدد مل سکتی ہے۔

مزید برآں، پالک زائد مقدار میں اینٹی آکسیڈنٹس فراہم کرتی ہے، جو کینسر سے لڑنے میں بھی مدد کرتے ہیں۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیری ندوی

۱۰/مراحل میں ہوں گے پنچایت انتخابات

بہار حکومت نے ریاست میں پنچایت انتخابات کرانے کی منظوری دے دی ہے۔پنچایت انتخابات ۱۰/مراحل میں ہوں گے۔حکومت پنچایت انتخابات کے لئے ۹۰/ہزار ای وی ایم خریدے گی۔ریاستی کابینہ نے پنچایت انتخابات کے لئے ۱۲۲/کروڑ روپئے خرچ کرنے کی منظوری دے دی ہے۔اس مین وارڈ ممبران، پنچ، سرپنچ، مکھیا، پنچایت سمیتی ممبران اور ضلعی ممبران منتخب ہوں گے۔تاہم بہار میں پنچایتوں کی بڑے پیمانے پر تنظیم نو بھی ہوئی ہے۔متعدد پنچایتوں کو بلدیاتی زمروں مین شامل کیا گیا ہے۔لیکن حکومت نے اس بار بھی پنچایتوں میں پرانے نظام کو نافذ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔یعنی یہ نشست جو پچھلی بار کی طرح محفوظ تھی اس بار بھی ریزرو ہوگی۔

بہار کے ہائی اسکولوں اور کالجوں میں 1200 لائبریرین کی تقرری ہوگی

بہار کے 12 سو ہائی اسکولوں اور کالجوں میں لائبریرین کی نوکریاں ہوں گی۔کالجوں میں 900 کے قریب ہائی اسکولوں اور 300 لیوٹریئرین کی تقرری ہوگی۔بی ایس ایس سی کے ذریعے تقرری کا عمل مکمل ہوگا۔وزیر تعلیم وجے کمار چودھری نے کہا ہے کہ لائبریرین کی تقرری جلد ہی ریاست کے ہائرسیکنڈری اسکولوں اور کالجوں میں ہوگی۔یہ بحالی اسٹاف سلیکشن کمیشن (بی ایس ایس سی) سے ہوگی۔حکومت اس عمل کو شروع کر رہی ہے۔یہ انتظام ریاست کے 893 ہائی اسکولوں اور تقریباً تین سو کالجوں میں کیا جائے گا۔حکومت لائبریرین اہلیت کے امتحان کے لیے اصول تیار کر رہی ہے۔لائبریرین کی ضرورت کا اندازہ کرتے ہوئے اہلیتی ٹیسٹ کروانے کا فیصلہ کیا جائے گا۔اس کے ساتھ ہی کالجوں میں تیسری قسم کے عہدے پر اسسٹنٹ لائبریرین/ لائبریری اسسٹنٹ کی تقرری کا عمل جامعات کی سطح سے کیا گیا تھا۔اب اسٹاف سلیکشن کمیشن کو یہ ذمہ داری دی جائے گی کہ وہ تدریسی اہلکاروں کی بھرتی کے عمل میں شفافیت لائیں۔اس سلسلے میں، بہار یونیورسٹی ایکٹ کے متعلقہ سیکشن میں مذکور دفعات میں ترمیم کا عمل جاری ہے۔

حکومت کی رائے سے الگ نظریہ رکھنا ملک سے غداری نہیں: سپریم کورٹ

سپریم کورٹ نے کہا کہ حکومت کی رائے سے الگ سوچ رکھنے والوں کو غدار وطن نہیں کہا جاسکتا۔عدالت نے جموں و کشمیر کے سابق وزیر اعلیٰ فاروق عبداللہ کے ذریعہ دفعہ 370 منسوخ کرنے کے خلاف بیان دینے کے معاملے میں داخل ایک مفاد عامہ عرضی کو بھی خارج کردیا۔جسٹس سنجے کشن کول اور ہیمنت گپتا کی بنچ نے کہا کہ عدم اتفاق کو ملک سے غداری نہیں کہا جاسکتا۔عدالت عظمیٰ نے یہ بات وکیل شیو ساگر تیواری کے ذریعہ سے رجت شرما اور دیگر کے ذریعہ داخل عرضی پر کہی۔عدالت عظمیٰ نے عبداللہ کے خلاف عرضی داخل کرنے کے لیے عرضی دہندگان پر 50 ہزار روپے کا جرمانہ بھی عائد کیا۔

معیاری تعلیم مہیا کرانے کیلئے ریاستی حکومت پابند عہد: وزیر تعلیم

وزیر تعلیم وجئے کمار چودھری نے کہا کہ سرکاری اور گرانٹ پانے والے اسکولوں میں تقریباً 40 لاکھ بچے کم ہوگئے ہیں۔یہ کمی پرائمری اسکولوں میں داخلہ لینے والے طلبہ کی تعداد میں دیکھی گئی ہے۔انہوں نے کہا کہ معیاری تعلیم کے لئے حکومت کی جانب سے کئی قدم اٹھائے گئے ہیں انہوں نے یہ بھی کہا کہ 8 مارچ سے ریاست کے سرکاری اسکولوں میں داخلہ پروگرام چلایا جائے گا۔جس کے تحت بچوں کا اسکولوں میں داخلہ ہوگا۔ واضح ہو کہ 40 لاکھ بچے 15-2014 کے مقابلہ 19-2018 میں کم ہوئے ہیں۔سال 2014 میں دو کروڑ 6 لاکھ 49 ہزار 462 طلبہ ریاست کے سرکاری اور گرانٹ شدہ اسکولوں میں کلاس ایک سے آٹھ تک نے داخلہ لئے تھے جبکہ 2018 میں یہ تعداد ایک کروڑ 66 لاکھ 84 ہزار 400 ہوگئی۔بہار کی اسکولی تعلیم کے لئے یوڈائس رپورٹ میں یہ خلاصہ ہوا ہے۔اس کی جانکاری بہار اور مرکز کے تعلیم محکمہ کو بھی ہے۔

عام لوگوں تک طبی سہولیات پہنچانا اولین ترجیح

وزیر صحت منگل پانڈے نے کہا کہ 7 عزائم-2 کے تحت سبھی کو طبی خدمات مہیا کرانا ریاستی سرکار کی اولین ترجیح ہے۔ہم ریاست کے سبھی طبی مراکز کو ڈی آر ای سولیوشن سے مضبوط کرنے کیلئے پابند عہد ہیں۔بہار سرکار اس رپورٹ کے اہم مشوروں اور سفارشوں کو سنجیدگی سے لے گی اور انہیں نافذ کرے گی۔تاکہ ریاست کے تمام لوگوں کو معیاری طبی سہولیات کو پہنچایا جاسکے۔اس رپورٹ میں پہلی بار ریاست کے دیہی اور شہری عوامی طبی مراکز میں موجود توانائی کی کمی کو نشان زد کرتے ہوئے اسے بہتر کرنے کیلئے صحت اور توانائی کے تال میل کے رول کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

ویکسین لینے کے باوجود میڈیکل کے طالب علم کی کورونا سے موت

نالندہ میڈیکل کالج کے آخری سال کے ایک میڈیکل طالب علم کو ویڈ ویکسین لینے کے باوجود کورونا سے موت ہوگئی ہے۔ 23 سالہ شھیند وسمن کا بیگوسرائے میں انتقال ہوگیا جبکہ انہوں نے 22 دن پہلے کورونا کی پہلی خوراک لی تھی۔ اب اس میڈیکل کالج کے تمام طلبہ کا آر ٹی پی سی آر ٹیسٹ کرایا جارہا ہے۔شھیند وسمن نے فروری کے پہلے ہفتے میں یہ ویکسین لی تھی لیکن 25 فروری کو وہ کورونا مثبت پائے گئے تھے۔اس کے بعد وہ بیگوسرائے اپنے گھر چلے گئے جہاں 27 فروری کو انہیں مقامی اسپتال میں داخل کرایا گیا۔لیکن اس کی موت ہوگئی۔اس اسپتال میں 15 طلبہ پوزیٹیو ہوئے ہیں اور ان میں سے بہت سے طلبہ نے چند ہفتے قبل ہی ویکسین کی پہلی خوراک لی تھی۔واضح رہے کہ 16 جنوری سے ملک میں کورونا کے خلاف ٹیکہ کاری مہم شروع ہوئی ہے۔پہلے مرحلے میں لاکھوں ہیلتھ کیئر ورکرز اور فرنٹ لائن ورکرز کو ویکسین دی گئی۔

Volume:61/71,Issue: 10 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

رہ یک گام ہے ہمت کے لیے عرش بریں
کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے معراج کی رات
(علامہ اقبال)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

مغربی بنگال میں سیاسی تشدد

محمد فاروق اعظمی

امن پروری اور رواداری کے حوالے سے مغربی بنگال پورے ملک میں اپنی منفرد شناخت رکھتا ہے۔بنگال کے باشندے پرامن بقائے باہمی کے سنہرے اصول کی پابندی اور پاسداری میں ملک بھر میں سب سے آگے ہیں۔یہاں عوامی زندگی میں تشدد کے واقعات دوسری ریاستوں کے مقابلے میں کافی کم ہوتے ہیں۔جرائم کے اعداد وشمار اکٹھا کرنے والے ادارہ این آرسی بی کا ڈاٹا بھی اس کی تصدیق کرتا ہے۔لیکن سیاسی تشدد کے معاملے میں بنگال ان دنوں ہندوستان کی دوسری ریاستوں پر سبقت لے جارہا ہے۔ ہرچند کہ ابھی اسمبلی انتخابات کا باقاعدہ اعلان ہوگیا ہے اس کے باوجود لیکن سیاسی تشدد میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔سیاسی پارٹیوں کے دفاتر پر حملے اور قبضہ کی کوشش کے دوران سیاسی کارکنوں میں براہ راست تصادم، خون خرابہ، بم اندازی اور گولی باری کے واقعات کم وبیش روزانہ ہی ریکارڈ ہورہے ہیں۔اس حوالے سے دیکھا جائے تو مغربی بنگال میں امن و امان کی صورتحال انتہائی ناقص ہوگئی ہے۔اس تشدد کا سرچشمہ سیاسی حکمرانی اور تسلط قائم رکھنے کی بے مہار خواہش ہے۔

بایاں محاذ کی 34 سال کی حکمرانی بھی سیاسی تشدد کے واقعات سے پاک نہیں رہی ہے لیکن اس دور میں یہ تشدد حکمراں اور حزب اختلاف کے درمیان رسہ کشی اور تصادم کا نتیجہ ہوا کرتا تھا۔ ’تبدیلی‘ کے نعرے کے ساتھ 2011 میں برسر اقتدار آنے والی ترنمول کانگریس بھی تشدد کی اس سیاست کو بدلنے میں نہ صرف ناکام رہی بلکہ اس میں ہر گزرتے دن کے ساتھ اضافہ ہوتا گیا۔ 2011 کے بعد ترنمول کانگریس اور بایاں محاذ کیڈروں کے مابین ہونے والے سیاسی تشدد میں ایک نیا حریف شامل ہوگیا۔حریفوں کا یہ گروہ فیض حکمرانی سے محروم ترنمول کانگریس کا ہی ناآسودہ طبقہ تھا جس نے پارٹی میں گروہ بندی اور سیاسی تشدد کا آغاز کردیا۔ پارٹی سپریمو ممتا بنرجی کی بار بار کی تنبیہ کے باوجود گروہ بندی ختم نہیں ہوئی اور ایک ہی پارٹی کے دو یا اس سے زیادہ گروہ علاقوں پر اپنا تسلط قائم کرنے کیلئے ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے لگے۔ ترنمول کی اس گروہ بندی کی وجہ سے ریاست میں امن وامان کی غارت گری کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا۔ مالدہ، بیربھوم، مرشدآباد، جنوبی 24 پرگنہ، ہگلی، پرولیا جیسے اضلاع میں اس گروہ بندی کے سبب تشدد کے ہزاروں واقعات پیش آئے جن میں سیکڑوں زخمی ہوئے اور کروڑوں کی مالیت خاکستر ہوئی، موت درجنوں افراد کا مقسوم بن گئی۔

2014 سے جب بھارتیہ جنتا پارٹی مغربی بنگال کی سیاست میں سرگرم ہوئی تو یہ دائرہ اور بڑھا۔ایک نئے کھلاڑی کا اضافہ کوئی قبول کرنے کو تیار نہیں ہوا اور نتیجہ میں سیاسی تشدد کے واقعات روزمرہ کا معمول بن گئے۔اس کے ساتھ ہی سیاسی تشدد کی نئی نئی شکلیں بھی سامنے آنے لگیں۔سیاسی کارکنوں کو قتل کرکے درخت پر لٹکایا جانے لگا، پارٹی دفتروں پر قبضہ اور ایک دوسرے کو زندہ جلاڈالنے کے بھی واقعات ہونے لگے۔حکمراں اور حزب اختلاف دونوں کے کارکن بھینٹ چڑھنے لگے۔رکن قانون سازیہ تک اس سیاسی تشدد کا شکار ہوکر لقمہ اجل بن گئے۔2018 کا پنچایت انتخاب اور 2019 کا پارلیمانی انتخاب بھی اسی سیاسی تشدد کے سایہ میں ہی ہوا۔ان دونوں انتخابات میں ترنمول کانگریس، بھارتیہ جنتا پارٹی اور بایاں محاذ کی پارٹیوں کے کم وبیش پانچ درجن کارکنوں کی ہلاکت ریکارڈ پر ہے۔یہ تعداد صرف پولنگ کے دن مرنے والوں کی ہے۔ پولنگ سے قبل اور بعد میں ہونے والے تصادم اور خونریزی نے بھی کئی ماؤں کی گود اجاڑ دی۔2019 کے بعد ترنمول کانگریس کی ہواخیزی کے ساتھ ہی سیاسی تشدد کو پر لگ گئے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کا دعویٰ ہے کہ اب تک ہونے والے سیاسی تشدد میں اس کے دوسو سے زیادہ کارکنوں کو ترنمول کانگریس کے غنڈوں نے ہلاک کرڈالا ہے۔اپنے سیاسی کارکنوں کی ہلاکت کے غم میں بی جے پی گزشتہ کئی برسوں سے اجتماعی تعزیتی جلسہ بھی منعقد کررہی ہے۔ 2020 میں بی جے پی کے کارکنوں کی ہلاکت کا اپنا غم ہلکا کرنے کیلئے درگا پوجا سے عین قبل کولکاتا کے باغ بازار میں گنگا گھاٹ پر بڑا تعزیتی جلسہ بھی کیا تھا جس میں 100 سے زیادہ مہلوک سیاسی کارکنوں کے اہل خانہ شامل ہوئے تھے۔

2019 کے پارلیمانی انتخاب میں بنگال سے جیت کا ریکارڈ بنانے والی بی جے پی 2021 کا اسمبلی انتخاب ہر حال میں جیتنا چاہتی ہے، اس کیلئے جہاں اس نے ترنمول کانگریس پر شب خون مارنا شروع کیا ہے وہیں عوام کو سونار بانگلہ کا سنہرا اور افسانوی خواب بھی دکھارہی ہے۔دوسری طرف قتل وغارت گری پر منتج سیاسی تشدد کے متوازی نفسیاتی تشدد کا بھی آغاز کردیا۔ بی جے پی کے لیڈران اپنی ہر تقریر کا محور مسلم اور اقلیت دشمنی بنارہے ہیں۔وزیراعظم نریندر مودی ہوں یا وزیرداخلہ امت شاہ، جے پی نڈا ہوں یا دلیپ گھوش حتیٰ کہ ترنمول سے بی جے پی میں شامل ہونے والے شوبھیندو ادھیکاری اور راجیب بنرجی بھی اپنی ہر تقریر میں نفسیاتی تشدد کا یہی ہتھیار لہرارہے ہیں۔حزب اختلاف کے حامیوں میں انہیں ’ملک کے غدار‘ مسلمان نظر آتے ہیں۔ بنگال میں سی اے اے کے نفاذ کی دھمکی سے لے کر ووٹرلسٹ میں بنگلہ دیشیوں کی شمولیت کا ذکر کے بنگالی عوام کو مشتعل کرنے کے ساتھ ہی مسلمانوں میں خوف وہراس کی نفسیات بھی ابھاررہے ہیں۔

ہرچند کہ مغربی بنگال سیاسی تشدد کی اس نئی قسم سے بالکل ہی ناآشنا تھا لیکن بی جے پی کے طفیل بنگال کے لوگوں میں یہ زہر تیزی سے سرایت کرنے لگا ہے۔اور کوئی دن جاتا ہے کہ بنگال کے عوام بھی فرقہ وارانہ خطوط پر تقسیم ہوجائیں۔ یہ بنگال میں سیاسی تشدد کا ایک نیا رجحان ہے جس میں بظاہر انسانی جانوں کا اتلاف تو نہیں ہے لیکن خطرہ اس سے کہیں زیادہ اور خوف ناک ہے۔ یہ رجحان اتحاد واتفاق اور بنگال میں یگانگت کی فضا ختم کرڈالے گا۔ امن پروری، رواداری اور پرامن بقائے باہمی کے اصولوں کی پاسدار بنگال کو ہرطرح کے سیاسی تشدد سے پاک کرنے کی ضرورت ہے اور اس کیلئے عوام کو سامنے آنا ہوگا۔ ورنہ سیاسی نوسرباز ’سیاسی تشدد‘ کو عام تشدد میں بدلنے سے بھی نہیں ہچکچائیں گے۔

بیٹیوں کو بچانے کے لیے سماج سے جہیز کی لعنت کو ختم کرنا ضروری: حضرت امیر شریعت

گجرات کے احمد آباد کی رہنے والی عائشہ عارف خان کی سسرال والوں کے برے سلوک اور جہیز کے مطالبہ سے تنگ آکر سابرمتی ندی میں کود کر خودکشی کرلینے کے واقعہ پر سماج کے ہر طبقہ سے رنج اور افسوس کا اظہار کیا جارہا ہے، وہیں دوسری طرف سماج سے جہیز جیسی برائی کے خاتمہ کی بحث بھی تیز ہوئی ہے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے اس واقعہ پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ بہت ہی دل دہلا دینے والا اور اندوہناک واقعہ ہے۔اس دلدوز واقعہ کو ایک حادثہ کے طور پر دیکھنا چاہئے اور اس کو مذہبی رنگ دینے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے، اس طرح کے واقعات کسی بھی سماج کے لیے افسوس ناک ہیں اور سماج کو اس کے وجوہات پر سنجیدگی سے سوچنا چاہئے۔اس واقعہ سے تمام لوگوں کو اور خاص طور پر مسلمانوں کو سبق لینا چاہئے اور معاشرے سے جہیز کی لعنت کو ختم کرنا چاہئے۔ جہیز کے لیے سسرال میں لڑکیوں کو پریشان کرنا بہت گھٹیا حرکت ہے، سسرال میں بہوؤں کے ساتھ خوش اخلاقی کا معاملہ ہونا چاہئے، انہیں پریشان نہیں کرنا چاہئے۔جہیز کے نام پر ان کو تنگ کرنا، بار بار طعنے دینا، میکہ سے روپیہ اور سامان لانے کا مطالبہ کرنا، انہیں ذہنی ٹارچر کرنا اچھے لوگوں کا کام نہیں ہے۔شریعت میں جہیز لینا اور دینا دونوں حرام ہے، لیکن لوگ اس کی پابندی نہیں کرتے ہیں۔

امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے مزید کہا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تحریک اس سلسلہ میں چل رہی ہے، اور تفہیم شریعت کمیٹی نے خاص طریقہ پر تمام صوبوں میں اجلاس کرکے لوگوں کو اس طرف متوجہ کیا ہے۔لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اس مسئلہ کی طرف توجہ دینی چاہئے اور اس برائی کو جڑ سے ختم کرنے کے لیے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی اس تحریک کا ساتھ دینا چاہئے، ہر انسان اپنے گھر سے اس کی شروعات کرے اور یہ عزم کرے کہ نہ اپنی یا اپنے بچوں کی شادی میں جہیز لینا ہے اور نہ بچی کی شادی میں جہیز دینا ہے، پورے معاشرہ سے جہیز کی بیماری ختم ہونی چاہئے، تاکہ اس طرح لڑکیوں کو انتہائی اقدام کرنے کی نوبت نہ آئے اور معاشرے کے اندر کوئی نامناسب صورت حال پیش نہ آئے۔

جنرل سکریٹری بورڈ نے آگے کہا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ تمام انسانوں خاص طور پر مسلمانوں سے یہ اپیل کرتا ہے کہ وہ اپنے اندر جھانکیں اور یہ محسوس کریں کہ جس گھر میں لڑکا ہے اس گھر میں لڑکی بھی ہے، اگر وہ اپنی بہو کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئیں گے۔تو ان کی بیٹی کے ساتھ بھی خوش اخلاقی کا مظاہرہ ہوگا۔آپ کے گھر میں جو بہو ہے وہ بھی کسی کی بیٹی ہے، جس طرح آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی بیٹی کو کوئی تکلیف نہ دے تو آپ کو بھی چاہئے کہ جو بیٹی اپنا گھر بار چھوڑ کر آپ کے گھر آئی ہے، اس کو اپنی بیٹی سمجھیں اور اپنے کسی عمل سے اس کو ذہنی یا جسمانی تکلیف نہ پہونچائیں۔ ہر آدمی جب اس کی عادت ڈالے گا تو کسی بیٹی کے ساتھ بھی برا سلوک نہیں ہوگا۔سماج میں اور خاندان میں توازن قائم کرنے کے لیے اس طرح کی بری رسموں کا پوری طاقت کے ساتھ بائیکاٹ کرنا چاہئے۔

جنرل سکریٹری بورڈ نے مزید کہا کہ جہاں تک خودکشی کا تعلق ہے تو ہر شخص کو یہ سمجھنا چاہئے کہ جان اپنی امانت نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی امانت ہے، اسے کسی طرح سے برباد نہیں کرنا چاہئے، اور اسلام نے کسی بھی حال میں خودکشی کی اجازت نہیں دی ہے، اسلام کی تعلیمات کا ہی یہ اثر ہے کہ مسلمانوں کے اندر خودکشی کے واقعات بہت کم ہوتے ہیں۔ اسی طرح جہیز کے لیے مار پیٹ کرنے، جلا دینے، قتل کردینے اور جہیز کی وجہ سے خودکشی کے واقعات مسلمانوں کے مقابلہ میں دوسرے مذہب کے ماننے والوں میں بہت زیادہ ہیں، لیکن ابھی اس معاملہ کو اس لیے اٹھایا جارہا ہے کیوں کہ یہ ایک مسلمان خاتون کا معاملہ ہے، اس کی پبلسٹی کرکے لوگوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی جارہی ہے کہ مسلمانوں کے اندر خودکشی کے بہت واقعات ہیں، جو صحیح نہیں ہے۔

WEEK ENDING-08/03/2021, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,

نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 9473371988